جلد : 13
شمارہ : 05

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ (القرآن)
اور ہم نے قرآن کو سمجھنے کیلئے آسان کر دیا ہے تو کوئی ہے کہ سوچے، سمجھے (پ سورۃ القمر)

رمضان المبارک: 1440ھ
مئی : 2019ء

ISSN : 2305-6231

ماھنامہ

حِکمتِ بالغہ

جھنگ

مدیر مسئول : انجینئر مختار فاروقی

مجلس مشاورت
- ڈاکٹر محمد سعد صدیقی
- حافظ مختار احمد گوندل
- پروفیسر خلیل الرحمٰن
- محمد فیاض عادل فاروقی

مدیر معاون و نگران طباعت: مفتی عطاء الرحمٰن
تزئین و گرافکس: ثاقب نذر

قانونی مشاورت
محمد سلیم بٹ ایڈووکیٹ
چودھری خالد شیر ایڈووکیٹ

اہلِ ثروت حضرات سے تاحیات زرِتعاون بیس ہزار روپے یکمشت	سالانہ زرِتعاون بشمول خصوصی اشاعت اندرونِ ملک 800 روپے	معمول کا شمارہ 50 روپے

ترسیل زر بنام : انجمن خدام القرآن (رجسٹرڈ) جھنگ

قرآن اکیڈمی جھنگ
لالہ زار کالونی نمبر 2، ٹوبہ روڈ جھنگ صدر
پاکستان پوسٹ کوڈ 35200
047-7630861-7630863

Web site:
www.hikmatbaalgha.com
www.hamditabligh.net
Email: hikmatbaalgha@yahoo.com

پبلشر: انجینئر مختار فاروقی
طابع: محمد فیاض، مطبع: سلطان باہو پریس فوارہ چوک جھنگ صدر

اَلْکَلِمَۃُ الْحِکْمَۃُ ضَالَّۃُ الْمُؤْمِنِ فَحَیْثُ وَجَدَ ھَا فَھُوَ اَحَقُّ بِھَا(ترمذی)

حکمت کی بات بندۂ مومن کی گم شدہ میراث ہوتی ہے جہاں کہیں بھی وہ اس کو پائے وہی اس کا حقدار ہے

مشمولات

1	قرآن مجید کے ساتھ چند لمحات		3
2	بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں چند لمحات		5
3	حرفِ آرزو: ......یومِ قیام پاکستان، 27 رمضان	انجینئر مختار فاروقی	6
4	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان المبارک کیسے گزارا؟	انجینئر مختار فاروقی	11
5	پانی (1)	ڈاکٹر محمد سرشار خان	20
6	حکمتِ اقبال پر ایک عمومی نظر (5)	ڈاکٹر محمد رفیع الدین	28
7	......بنت حوا کیا چاہتی ہے؟	محمد منظور انور	41
8	مذہب کے کاروبار کی وبا		47
9	نظم 'محمد صلی اللہ علیہ وسلم مسکراتے تھے' (بچوں کیلئے)	قدسیہ جبین	49
10	خصوصی اشاعت پر اہل علم کے تأثرات		50
11	تبصرہ وتعارف کتب		55
12	علامہ اقبال کا تصورِ خلافت سیمینار	انجینئر مختار فاروقی	59

ماہنامہ حکمت بالغہ میں قلمی تعاون کرنے والے حضرات کے مضامین معلومات کے تبادلے اور وسیع تر انداز میں خیر کے حصول اور شر سے اجتناب کے لیے چھاپے جاتے ہیں اور ادارے کا مضمون نگار حضرات سے تمام جزئیات میں اتفاق ضروری نہیں۔

یہ رسالہ ہر ماہ کی پہلی تاریخ کو حوالہ ڈاک کر دیا جاتا ہے۔ نہ ملنے کی صورت میں 10 تاریخ تک دفتر رابطہ فرمائیں 10 تاریخ کے بعد رسالہ ارسال نہیں کیا جائے گا (ادارہ)

قرآن مجید
کے ساتھ
چند لمحات

سورۃ البقرۃ (02)

اَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(آیات 47-52)

یٰبَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ اذۡکُرُوۡا نِعۡمَتِیَ الَّتِیۡۤ اَنۡعَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ

اے یعقوب کی اولاد!

میرے وہ احسان یاد کرو جو میں نے تم پر کیے تھے

وَ اَنِّیۡ فَضَّلۡتُکُمۡ عَلَی الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۴۷﴾

اور یہ کہ میں نے تم کو جہان کے لوگوں پر فضیلت بخشی

وَ اتَّقُوۡا یَوۡمًا لَّا تَجۡزِیۡ نَفۡسٌ عَنۡ نَّفۡسٍ شَیۡئًا

اور اس دن سے ڈرو جب کوئی کسی کے کچھ بھی کام نہ آئے گا

وَّ لَا یُقۡبَلُ مِنۡہَا شَفَاعَۃٌ وَّ لَا یُؤۡخَذُ مِنۡہَا عَدۡلٌ

اور نہ کسی کی سفارش منظور کی جائے گی اور نہ کسی سے کسی طرح کا بدلہ قبول کیا جائے گا

وَّ لَا ہُمۡ یُنۡصَرُوۡنَ ﴿۴۸﴾

اور نہ لوگ (کسی اور طرح) مدد حاصل کر سکیں گے

وَ اِذۡ نَجَّیۡنٰکُمۡ مِّنۡ اٰلِ فِرۡعَوۡنَ یَسُوۡمُوۡنَکُمۡ سُوۡٓءَ الۡعَذَابِ

اور (ہمارے ان احسانات کو یاد کرو) جب ہم نے تم کو

فرعون کی اشرافیہ سے نجات بخشی وہ (لوگ) تم کو بڑا دُکھ دیتے تھے

یُذَبِّحُوۡنَ اَبۡنَآءَکُمۡ وَ یَسۡتَحۡیُوۡنَ نِسَآءَکُمۡ

تمہارے بیٹوں کو تو قتل کر ڈالتے تھے اور بیٹیوں کو زندہ رہنے دیتے تھے

وَ فِیۡ ذٰلِکُمۡ بَلَآءٌ مِّنۡ رَّبِّکُمۡ عَظِیۡمٌ ﴿۴۹﴾

اور اس میں تمہارے پروردگار کی طرف سے بڑی (سخت) آزمائش تھی

وَ اِذۡ فَرَقۡنَا بِکُمُ الۡبَحۡرَ فَاَنۡجَیۡنٰکُمۡ

اور جب ہم نے تمہارے لیے دریا کو پھاڑ دیا پھر تمہیں تو نجات دی

وَ اَغۡرَقۡنَاۤ اٰلَ فِرۡعَوۡنَ وَ اَنۡتُمۡ تَنۡظُرُوۡنَ ﴿۵۰﴾

اور آلِ فرعون کو غرق کر دیا اور تم دیکھ ہی تو رہے تھے

وَ اِذۡ وٰعَدۡنَا مُوۡسٰۤی اَرۡبَعِیۡنَ لَیۡلَۃً

اور جب ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) سے چالیس رات کا وعدہ کیا

ثُمَّ اتَّخَذۡتُمُ الۡعِجۡلَ مِنۡۢ بَعۡدِہٖ

تو تم نے ان کے پیچھے بچھڑے کو (معبود) مقرر کر لیا

وَ اَنۡتُمۡ ظٰلِمُوۡنَ ﴿۵۱﴾

اور تم ظلم کر رہے تھے

ثُمَّ عَفَوۡنَا عَنۡکُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ ذٰلِکَ

پھر اس کے بعد ہم نے تم کو معاف کر دیا

لَعَلَّکُمۡ تَشۡکُرُوۡنَ ﴿۵۲﴾

تاکہ تم شکر کرو

صَدَقَ اللّٰہُ الۡعَظِیۡمُ

بارگاہِ نبوی ﷺ میں چند لمحات

قَالَ النَّبِیُّ ﷺ

اَلصِّیَامُ وَ الْقُرْآنُ یَشْفَعَانِ لِلْعَبْدِ، یَقُوْلُ الصِّیَامُ: اَیْ رَبِّ، اِنِّیْ مَنَعْتُہُ الطَّعَامَ وَ الشَّھَوَاتِ بِالنَّھَارِ، فَشَفِّعْنِیْ فِیْہِ وَ یَقُوْلُ الْقُرْاٰنُ: مَنَعْتُہُ النَّوْمَ بِاللَّیْلِ، فَشَفِّعْنِیْ فِیْہِ فَیُشَفَّعَانِ (البیہقی، عن عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما)

”روزہ اور قرآن دونوں بندے کی سفارش کریں گے (یعنی اس بندے کی جو دن میں روزے رکھے گا اور رات میں اللہ کے حضور میں کھڑے ہو کر اس کا پاک کلام قرآن مجید پڑھے گا یا سنے گا) روزہ عرض کرے گا: اے میرے پروردگار! میں نے اس بندے کو کھانے پینے اور نفس کی خواہش پورا کرنے سے روکے رکھا تھا آج میری سفارش اس کے حق میں قبول فرما (اور اس کے ساتھ مغفرت و رحمت کا معاملہ فرما) اور قرآن کہے گا: میں نے اس کو رات کے سونے اور آرام کرنے سے روکے رکھا تھا، آج اس کے حق میں میری سفارش قبول فرما (اور اس کے ساتھ بخشش اور عنایت کا معاملہ فرما) چنانچہ روزہ اور قرآن دونوں کی سفارش اس بندہ کے حق میں قبول فرمائی جائے گی (اور اس کے لیے جنت اور مغفرت کا فیصلہ فرما دیا جائیگا)“

زندگی در جستجو پوشیدہ است
اصل اُو در آرزو پوشیدہ است
علامہ اقبال

مغربی صہیونی ابلیسی تہذیب کے زیر سایہ
شرمندہ اور سسکتی انسانیت کے شاندار
(خداشناس، خودشناس اور انسان دوست)

مستقبل کا سنگِ میل ___ یوم قیامِ پاکستان

14 اگست 1947ء ــ 27 رمضان المبارک 1366ھ

انجینئر مختار فاروقی

تاریخ انسانی میں حضراتِ انبیاء کرام علیہم السلام کی جدوجہد تو بلاشبہ ملکوتی، بے عیب اور انسان دوست تھی ہی، مگر عالم اسباب میں روئے ارضی پر قیامِ پاکستان کے لیے جدوجہد اور اس کے حصول کی جدوجہد چند نادر واقعات میں سے ایک درخشندہ واقعہ ہے۔ ان سُطور میں ہم اس نہایت اہم تاریخی واقعہ کی تفاصیل بیان نہیں کر رہے بلکہ اس عظیم دن کی تقویم پر ڈالی گئی بہت سی مٹی کو ہٹانے کی کوشش کریں گے۔

- ہمارے نزدیک جنوبی ایشیا میں برطانوی ابلیسی استعمار کو گھر کا راستہ دکھانے میں فیصلہ کن کردار صرف اور صرف مسلمانوں کا ہے کانگریس کی طرف سے اس جدوجہدِ آزادی میں نظر آنے والی کوششیں بھی ہمارے نزدیک (اور یہ بات قابل گفتگو ہے) صرف کانگریس میں شامل برطانوی استعمار کے باغی مسلمانوں کی مرہونِ منّت ہیں (ورنہ آج (2019ء) بھارت میں مسلمانوں کا یہ حال نہ ہوتا)۔
- قیام پاکستان کا ایک سنگِ میل علامہ محمد اقبال کا فارسی اور اُردو کلام ہے جس نے غلام ابن غلام مسلمانوں میں حصولِ آزادی کا جذبہ پیدا کر دیا تھا یہ بات خود برطانوی استعمار کے نمائندے کے اعتراف کے طور پر ٹائم میگزین (اگست 2007ء) میں چھپ چکی ہے۔

- اواخر دسمبر 1930ء میں مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس منعقدہ اِلہ آباد میں علامہ اقبال کے صدارتی خطبہ بھی اس بے مثال واقعہ کا اہم نشانِ منزل ہے جس میں انہوں نے برطانوی استعمار کے لیے واحد ممکنہ حل کی طرف اشارہ کیا تھا اور اُمید ظاہر کی تھی کہ برطانیہ مسلم اکثریتی صوبوں پر مشتمل ایک ملک مسلمانوں کے حوالے کرے تا کہ وہ اپنی شاندار خودشناسی اور انسان دوستی کی اعلیٰ روایات کے مطابق پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کا نقشہ دنیا کو دوبارہ دکھا سکیں اور ٹھیک یہی تجویز جو ایک خواب تھا، سترہ سال بعد ایک حقیقت بن گیا۔
- اس جدوجہدِ آزادی میں بالواسطہ، بلاواسطہ دامے، درمے، سخنے، قلبے اور دماغے بے شمار لوگوں نے حصہ ڈالا جن میں سب سے زیادہ ہماری دعاؤں کے مستحق وہ سادہ لوح مسلمان مرد، عورتیں، جوان، بوڑھے، مریض، لاغر، اپاہج مہاجرین ہیں جو اس سرزمین پر پہنچنے سے پہلے ہی کامیاب اور سرخرو ہو کر اپنے رب کے حضور پہنچ گئے۔ ہماری طرح جو لوگ بچ رہے وہ اب قیام پاکستان سے پہلے، اس موقع پر اور اس کے بعد کی (مثبت یا منفی) محنتوں، کوششوں اور رویوں کا حساب دینے کے لیے اپنے رب کے حضور پیش ہوں گے ان میں وہ بھی ہیں جو کامیاب ہوں گے اور وہ بھی جنہوں نے قیام پاکستان کے بعد دنیاوی مفاد سمیٹے اور پاکستان کو حقیقی منزل کی طرف بڑھنے کے عمل کو DERAIL کرنے کی ناپاک کوششیں کیں۔
- اس جدوجہدِ آزادی کے سفر کی اہم اور قابلِ فخر گھڑیاں وہ ہیں جب ایک طویل، جانگسل اور تھکا دینے والی جدوجہد کے بعد 3 جون 1947ء کو آل انڈیا ریڈیو (AIR) سے اعلانِ آزادی کے پروگرام کی تفصیلات نشر کی گئی تھیں۔
- قیام پاکستان کے اعلان کے لیے کئی مراحل سے گزر کر 14 اگست 1947ء کا دن مقرر ہوا۔ وائسرائے ہند لارڈ ماؤنٹ بیٹن کراچی تشریف لائے، تقریبات منعقد ہوئیں اور یوں برطانوی استعمار سے آزادی کی گھڑی آ گئی۔ 14 اگست 1947ء، بروز جمعرات پاکستان آزاد ہوا۔ 13-14 اگست 1947ء کی درمیانی رات ریڈیو پاکستان کراچی سے اعلانِ آزادی ہوا یہ رات قدرت نے انسانیت کے نام لکھ دی۔ لیلۃ القدر 27 ویں شب رمضان المبارک 1366ھ۔
- نزولِ قرآن کی شب قیام پاکستان کی شب ٹھہری اور یوں قرآن اور پاکستان کا رشتہ

جوڑ دیا گیا جو عالمی صیہونی مغربی استعمار کی چالوں سے توڑا نہیں جا سکتا۔

◐ لبرل، سیکولر اور اسلام دشمن طبقے نے اس موقع پر مختلف حیلوں بہانوں قیام پاکستان اور لیلۃ القدر کو علیحدہ کرنے کی کوشش کی ہے مگر اس میں وہ نہ کامیاب ہوئے ہیں نہ ہوں گے۔ وَلَوْ کَرِہَ الْکَافِرُوْنَ اور وَلَوْ کَرِہَ الْمُشْرِکُوْنَ کے علی الرغم یہ رشتہ قائم رہے گا۔

◐ برطانوی ہند میں اسلامی تقویم اور رویتِ ہلال کا کوئی اہتمام نہ تھا۔ یہ مسلمانوں کا نجی معاملہ تھا حتیٰ کہ قیامِ پاکستان کے بعد بھی دورِ ایوبی تک ملک میں سرکاری سطح پر چاند دیکھنے اور اسلامی تقویم کا حساب رکھنے کا رواج نہیں تھا۔ اخبارات اسلامی تاریخ اپنے سرورق پر لکھتے ضرور تھے مگر وہ رواجی انداز میں مقامی درجے کی بات ہوتی تھی یا علاقائی رجحانات (TRENDS) کی غماز۔ DAWN اخبار بھی اپنے سرورق پر اسلامی تاریخ چھاپتا تھا، نوائے وقت بھی اسلامی تاریخ کا تذکرہ کرتا تھا مگر وہ بھی رواجی تھا اور عوام کے تصورات کے تابع۔ کراچی، لاہور، کوئٹہ، پشاور، دہلی اور ڈھاکہ میں ایک تاریخ چھاپ دی جاتی تھی۔ ایوبی دور میں رویتِ ہلال کا انتظام ہوا تو پتا چلا کہ یہ کام تو مشکل ہے تربت اور لاہور کو جوڑنے اور لاہور اور امرتسر کو اسلامی تاریخ میں فرق رکھنے کا اہتمام ہوا۔ 1990ء تک مکہ مکرمہ اور پاکستان میں عیدین اور حج کے ایام میں فرق رہتا تھا اور یہ بصری مشاہدہ کی بنا پر فطری تھا تا آنکہ سائنسی تحقیقات و ایجادات نے حج کی LIVE COVERAGE ممکن بنادی اس کے بعد بھی کبھی فرق رہتا ہے۔ سوچئے آج سے 70 سال پہلے جب رویت ہلال کا اہتمام اس طرح نہیں ہوتا تھا تو کراچی، دہلی اور لاہور کی تاریخیں ایک کیسے ہو سکتی ہیں۔

◐ مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ دیوبند سے روانہ ہو کر 14 اگست کی تقریبات کے سلسلے میں کراچی آئے یہ سفر رمضان المبارک میں تھا ان کے تذکرہ میں رمضان المبارک کا آغاز اور تاریخیں مختلف ہیں۔

◐ دہلی کے DAWN کی اسلامی تاریخیں اسی سے ملتی ہیں۔ مولانا محمد زکریا کاندھلوی (تبلیغی جماعت کے بانی مبانی) کے تذکرے میں ہے کہ رمضان شروع ہوا دہلی میں ہنگامے شروع ہو گئے میں نے تبلیغی مرکز دہلی مسجد نظام الدین میں مہینے بھر کے اعتکاف کی نیت کر لی۔ ......تا غمِ تو دیگراں خورند۔ صاف ظاہر ہے یہ تاریخ دہلی کے مطلع کے مطابق ہیں۔

◐ آج ہمارے لیے جو بات رہنمائی کر رہی ہے وہ یہ ہے کہ اب علم و آگہی کے فروغ سے انٹرنیٹ پر اسلامی ہجری تقویم کے کیلنڈر موجود ہیں۔ بات سائنسی ترقی، فضائی تسخیر اور چاند تک انسانی رسائی کے نتیجے میں ممکن ہوئی۔ ایک چیز زمین سے اڑا کر فضا میں چار لاکھ میل دور چاند پر اتار دینا بہت گہری تحقیق اور صحیح حساب کتاب کے ساتھ ہی ممکن ہے جبکہ زمین بھی محوِ سفر ہے اور چاند بھی ہر دم اپنی جگہ تبدیل کر رہا ہے۔

اب انٹرنیٹ پر عام انسان کی رسائی ہے اور درجنوں SITES ہیں جہاں اسلامی کیلنڈر دستیاب ہیں۔ اس پر مزید یہ بھی آسانی ہوگئی ہے کہ عیسوی کیلنڈر اور اسلامی ہجری کیلنڈر کی تاریخوں کو آپس میں بدلنے کی سہولت بھی موجود ہے۔ آپ GEORGIAN CALENDER TO HIJRI CALENDER CONVERTION ٹائپ کریں اور کئی صفحات پر پھیلی SITES آپ کی خدمت کے لیے سامنے ہیں۔ آپ جس سائٹ پر جائیں اور 14/اگست 1947ء ٹائپ کریں آپ کو اس کا جواب 27 رمضان المبارک 1366ھ جمعرات ملے گا۔ آپ 27 رمضان المبارک 1366ھ ٹائپ کریں اور اسے عیسوی کیلنڈر میں تبدیل کرنے کا بٹن دبائیں آپ کو 14 اگست 1947ء جمعرات کا دن ملے گا۔ (یاد رہے کہ یہ WEB SITES اکثر مغربی اداروں کی تحقیقات اور خلائی اسفار کی معلومات پر مبنی ہیں)

لہٰذا ـــــ ہم اہلِ پاکستان اس بات کو باور کرنے میں حق بجانب ہیں کہ قیام پاکستان 14 اگست 1947ء یعنی 27 رمضان المبارک 1366ھ جمعرات کے دن ہی تھا۔ ستر سال پرانے اخباری اطلاع کے اختلافات اب ضمنی بات ہے۔ یہ بات قابلِ فخر ہے اس حقیقت کی طرف قیام پاکستان کے وقت سے بحث کا موجود ہونا اس آزادی کے لمحے کی نزاکت اور اہمیت کو ظاہر کرتا ہے اس میں تسلسل ہے یہ بات کوئی AFTER THOUGHT کی قبیل کی چیز نہیں ہے۔

◐ ـــــ اس بنیاد پر ہمارا حکومت پاکستان سے مطالبہ ہے کہ وہ ہر سال 14 اگست اور 27 رمضان کو یوم آزادی کی تقریبات کا اہتمام کرے۔

14/اگست کی تقریبات حسبِ سابق جاری رہیں تاہم لیلۃ القدر کی برکات کے حصول کے لیے 27 ویں رمضان کی شب بھی ملک بھر کی مساجد میں دعائیں مانگی جائیں، سرکاری سطح پر

اہم سرکاری شخصیات ان تقریبات میں مرکزی، صوبائی، ضلعی سطح پر شریک ہوں اور ہو سکے تو فوج بھی اپنے ہاں مساجد میں اس کا اہتمام کرے تا کہ قیام پاکستان کے مرحلے کو مذہبی تقدس حاصل ہو۔ مدارسِ دینیہ میں بھی اس کا اہتمام کیا جائے تا کہ ریاستِ مدینہ کا خواب قرآنی تصور کے مطابق جلد یا بدیر پورا ہو سکے۔

علامہ اقبال کا ایک اسلامی ریاست کا خواب پورے ہونے کے لیے شبِ قدر کا انتخاب ایک آسمانی اور روحانی فیصلہ تھا اور یہ ملک مغربی طاقتوں کے شکنجوں سے جس وقت آزاد ہو گا یقیناً اس وقت اپنے مقصدِ قیام کی طرف پلٹے گا ـــــ اور وہ وقت اب دُور نہیں ہے۔

- پاکستان کا بالآخر اپنے بانیان علامہ اقبال اور قائداعظم محمد علی جناح کے تصورات کے مطابق اپنے مقاصدِ قیام کی طرف پلٹنے کے سوا اب کوئی چارہ نہیں۔ یہ تقدیرِ مُبرم ہے۔ اس لیے کہ حالیہ مغربی بالادستی کے (عنقریب) زوال کے بعد انسانیت کے پاس کوئی OPTION ہی نہیں ہے کہ وہ جسے وہ عدل پر مبنی اجتماعی نظام (JUST POLITICO- SOCIO- ECONOMIC SYSTEM) کے طور پر آزمائے سوائے اسلام کی تعلیمات کے جس کے لیے پاکستان معرضِ وجود میں آیا تھا۔ (تھوڑے سے لفظی تصرف کے ساتھ عرض ہے)

ؔ ذرا انسان کو بیدار تو ہو لینے دو
ہر قوم پکارے گی ہمارے ہیں جناح و اقبال

اور جسے علامہ اقبال نے ابلیس کی زبانی کہلوایا ہے

ؔ عصر حاضر کے تقاضاؤں سے ہے لیکن یہ خوف
ہو نہ جائے آشکارا شرعِ پیغمبر کہیں

یا ـــــ اسی حقیقت کو ایران کے ملک الشعراء بہار نے کیا خوب انداز میں فرما دیا ہے

عصر حاضر خاصّۂ اقبال گشت
واحدے کز صد ہزاراں برگذشت

جناب رسول [illegible] صلَّی [illegible]

رمضان المبار[illegible] کی[illegible] ؟

انجینئر مخ[illegible]

[illegible] اور اس با بر[illegible] عبادات کی اہمیت ہر باعمل
[illegible] تصور یہ ہے ک[illegible] طر وفیات ـــــ اور ہو سکے تو
[illegible] دن رات [illegible] ہنا ہی شاید اس ماہِ صیام کا
[illegible] ھی ہے ک[illegible] رمضان المبارک میں
[illegible] تے ہیں [illegible] ھی ہیں اور اسی سوچ کو
چ[illegible] کے ب[illegible] دین کے تذکروں میں جو
نقشہ ماہِ صیام [illegible] ماہ ایسا ہی [illegible] ے کہ اس ماہ
ہر قسم کا سفر ترک کر دیا جا[illegible] ملاقات [illegible] بجا
[illegible]
[illegible] کے کلام قرآن مجید کے سیاق کلام میں رکھ[illegible]

ہوئے پہلوئے آمنہ سے ہویدا
دعائے خلیلؑ اور نوید مسیحؑا

پھر آپ ﷺ کی مدنی زندگی کے آغاز پر ہی اسی بیت اللہ کی تولیت کی ــــــ ''حق بحق دار رسید'' کے مصداق ــــــ سپردگی یعنی تحویل قبلہ کا تذکرہ ہے اور اس کی آئندہ مسلمانوں کی زندگی میں مرکزی اہمیت کا ــــــ کہ ہر روز نماز پنجگانہ کے لئے تم مسلمانو جہاں کہیں بھی ہو تمہیں اس قبلہ کی طرف رُخ کرنا ہوگا۔

اس اہم ہدایت کی بعد شانِ رسالت مآب ﷺ کا ذکر ہے کہ آپ کی تشریف آوری سے پہلے تم حقیقت سے واقف نہیں تھے یہ آپ ﷺ کی شان اقدس ہے کہ آپ انہیں وہ باتیں عام انداز میں سکھا رہے ہیں جو یہ جانتے نہیں تھے۔ اور اس شاندار تذکرے کے ساتھ ہی صبر اور صلوٰۃ کا ذکر ہے ــــــ بالواسطہ جنگوں اور کفار سے مقابلے کا ذکر ہے اور اس راہ میں شہادت کے اعلیٰ مقام کا ذکر ہے کہ شہید تو زندہ ہوتے ہیں انہیں مردہ نہ کہو۔

اس پس منظر میں بات یہود کے تذکرے سے ہوتی ہوئی آیاتِ الٰہی اور غلط قیادتوں اور الائمۃ المضلون کی ملمّع سازیوں کے حوالے کے بعد شیطان کے ذکر پر آتی ہے، حلال و حرام اور یہود کے انکار قرآن مجید پر رکوع ختم ہوتا ہے۔

اب یہاں ''نیکی کی حقیقت'' کا تذکرہ ہے، یہود کی معہود ذہنی کی نفی ــــــ کہ مشرق و مغرب کی طرف منہ کرنا ہی کل نیکی نہیں بلکہ نیکی تو اللہ اور آخرت کو اور پیغمبر یعنی حضرت محمد ﷺ کو ماننے میں ہے اور آپ ﷺ جو نیکی کا تصور لائے ہیں اس میں جہاد اور قتال ہی نیکی کی اعلیٰ شکل ہے جیسا کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی تفصیلی روایت جو سفر تبوک سے متعلق ہے سامنے آتی ہے۔

بعد ازاں اسی جہاد سے پیدا شدہ مسائل یعنی شہادتوں کے بعد وراثت اور دیگر تفصیلات کے بعد روزے کی فرضیت اور اس کے احکام اور حکمتیں مذکور ہیں اور اس رکوع میں روزے کی عبادت کے ساتھ تجرد کی زندگی کی تخفیف اور متأہل زندگی کی بلند شان کا اشارہ ہے اور ساتھ ہی کسب حلال اور اکل حلال کا ذکر ہے۔ اس رکوع کے بعد حج اور ساتھ ہی پھر جنگ کا ذکر ہے۔ گویا قرآن مجید میں سیاق و سباق ــــــ جہاد، جنگ اور اس کے متعلقہ مسائل ہی کے

درمیان ماہِ صیام کا ذکر ہے اور اس ماہ کی فضیلت اور قرآن مجید کی فضیلت کا ذکر ہے۔

اب تک کی گفتگو کا حاصل یہ ہے کہ روزہ ایک تربیت ہے اور قرآن مجید کا تراویح میں سننا ایک روحانی ترقی کا ذریعہ ہے مگر سوال یہ ہے کہ یہ ساری محنت مشقت کس مقصد کے لئے ہے؟ یہ تیاری آئندہ کن مشکل مراحل کی طرف اشارہ کر رہی ہیں؟ ـــــ اس استخراج کی کوشش راقم خود اپنے ناقص ذہن سے کرے گا تو ایک ناپاک جسارت اور چھوٹا منہ اور بڑی بات ہوگی جس کا راقم اپنے دین وایمان کی حفاظت کی خاطر سوچ بھی نہیں سکتا کہ دینی معاملات میں کوئی بات خیر القرون سے ہٹ کر یا بلا دلیل کی جائے۔

آیئے ـــــ اس ساری بحث کو نتیجہ خیز بنانے کے لئے سیرت النبی ﷺ کے ماہ و سال اور رسالت مآب ﷺ کے پیغمبرانہ کارناموں کی روشنی میں دیکھتے ہیں کہ ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ نے رمضان المبارک کیسے گزارے اور آپ ﷺ کے ساتھیوں یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ کی معیت اور اتباع میں یہ وقت کیسے صرف کیا۔

یہ بات طے ہے کہ رمضان المبارک کے روزے 2 ہجری میں فرض ہوئے اور اس کے احکام دو تین سالوں میں مکمل ہوئے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں سورۃ البقرہ کا رکوع 23 خود اشارہ کر رہا ہے کہ اس کی آیات میں زمانہ نزول کا فصل موجود ہے۔

اب 2 ہجری کے رمضان المبارک سے آپ ﷺ کے وصال مبارک یعنی ربیع الاول 11 ہجری تک' 9 ماہ صیام آپ ﷺ کی حیات طیبہ میں آئے ہیں۔ یہ 9 ماہ صیام آپ نے کیسے اور کن حالات میں گزارے اور اپنے ساتھیوں (رضی اللہ عنہم) کی کیا تربیت فرمائی اور کیا پیغام دیا؟ وہ سیرت النبی ﷺ کی کتابوں کے حوالے سے دیکھتے ہیں۔

رمضان المبارک 2 ہجری

یہ پہلا ماہِ صیام ہے، بڑے ذوق وشوق سے مدینہ منورہ میں اس عبادت کا آغاز ہوا اہتمام کیا گیا۔ ساتھ ہی مکہ میں وادئ نخلہ میں جو مہم حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں روانہ کی تھی اور ان کے ہاتھوں یکم رجب 2ھ کو ایک کافر مارا گیا اس کے اثرات اور ردّعمل مکے میں جاری تھا اور نبی اکرم ﷺ اس پر کڑی نگاہ رکھے ہوئے تھے۔ (حضرت) ابوسفیان کی

زیرِ قیادت جو قافلہ ملک شام جا رہا تھا (جمادی الاوّل 2 ہجری، مطابق نومبر 625ء) میں اس کے تعاقب کے لئے ایک مہم روانہ کر چکے تھے۔

اب وہ قافلہ بھی واپس آ رہا تھا اس کی اطلاعات تھیں اور قریش بھی جوش انتقام میں جل بُھن کر جنگی تیاریوں میں مصروف تھے کہ آپؐ رمضان المبارک کے دوسرے ہفتے میں 313 جانثاروں کو ساتھ لے کر نہایت قلیل تیاری کے ساتھ قافلے کا راستہ روکنے کا ارادہ کر کے مدینہ سے نکلے اور اس سفر میں ہی اللہ تعالیٰ نے فتح کا وعدہ فرمایا اور اپنی تدبیر سے اہل ایمان اور کافروں کو بدر پہنچا دیا جہاں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے تاریخی فتح دے کر ''یوم بدر'' کو ''ایام اللہ'' میں سے اہم دن بنا دیا۔ یہ واقعہ 17 رمضان المبارک کا ہے۔ گویا یہ پہلا رمضان المبارک جنگ بدر کی طرف پیش قدمی اور جنگ کے بعد کے حالات سے نپٹتے نپٹتے گزر گیا۔ مسلمانوں کی پہلی عید ـــــ میدانِ بدر کی شاندار کامیابی، سورۃ روم میں موعود یہود و نصاریٰ کی فتح کی خوش خبری کا مدینہ پہنچنا اور بدر کی فتح پر آس پاس کے علاقوں سے تہنیتی وفود کے جلو میں گزری۔

؎ عیدِ آزاداں شکوہَ ملک و دین
عیدِ محکوماں ہجوم مؤمنین

رمضان المبارک 3 ہجری

رمضان المبارک 3 ہجری آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے مدینے میں گزارا، اس دوران میں قریش کی سال بھر کی جنگی تیاریوں کی تکمیل کی اطلاعات آ رہی تھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کے ساتھ مشوروں میں وقت گزار رہے تھے کہ یکا یک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک قاصد کے ذریعے مکہ سے تین ہزار افراد کا لشکر روانہ ہونے کی اطلاع ملی جو بھرپور تیاری کے ساتھ روانہ ہوا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تحمل سے مشورے کیے اور دفاعی اور جنگی منصوبہ بندی فرمائی۔ مدینہ منورہ اس وقت یہود کی سازشوں کا گڑھ بنا ہوا تھا اور منافقین اضافی طور پر مسلمانوں کے لیے مارِ آستین کا کام کر رہے تھے۔ سورۂ آلِ عمران میں یہود کی سازشوں کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ الفاظ کی سختی ہی بتا رہی ہے کہ صورت حال کس قدر سنگین تھی۔

الٓمّٓ O اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الۡحَیُّ الۡقَیُّوۡمُ O نَزَّلَ عَلَیۡكَ الۡكِتٰبَ بِالۡحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیۡنَ یَدَیۡهِ وَ اَنۡزَلَ التَّوۡرٰىةَ وَ الۡاِنۡجِیۡلَ O مِنۡ قَبۡلُ هُدًی لِّلنَّاسِ وَ اَنۡزَلَ الۡفُرۡقَانَ اِنَّ الَّذِیۡنَ كَفَرُوۡا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ لَهُمۡ عَذَابٌ شَدِیۡدٌ وَ اللّٰهُ عَزِیۡزٌ ذُوانۡتِقَامٍ O اِنَّ اللّٰهَ لَا یَخۡفٰی عَلَیۡهِ شَیۡءٌ فِی الۡاَرۡضِ وَ لَا فِی السَّمَآءِO (5-1:02)

الم۔ اللہ (جو معبودِ برحق ہے) اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں زندہ ہمیشہ رہنے والا، اس نے (اے نبی) تم پر سچی کتاب نازل کی جو پہلی (آسمانی) کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور اسی نے تورات اور انجیل نازل کی، (یعنی) لوگوں کی ہدایت کے لیے (تورات اور انجیل اتاری) اور (پھر قرآن جو حق اور باطل کو) الگ الگ کر دینے والا ہے نازل کیا، جو لوگ اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں ان کو سخت عذاب ہوگا اور اللہ زبردست (اور) بدلہ لینے والا ہے۔ اللہ (ایسا خبیر وبصیر ہے کہ) کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں، نہ زمین میں اور نہ آسمان میں۔

اغلباً یہی دور ہے کہ جب آپ ﷺ مسلمانوں کے ان امور اور جنگی تیاری کے معاملات پر کثرت سے مشورے کرتے رہتے تھے اسی صورت حال کا ذکر ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ

عَنۡ عُمَرَ بۡنِ الخَطَّابِ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَسۡمُرُ مَعَ أَبِي بَكۡرٍ فِي الأَمۡرِ مِنۡ أَمۡرِ المُسۡلِمِينَ وَ أَنَا مَعَهُمَا (ترمذی)

''حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ رات کے وقت مسلمانوں کے مسائل کے بارے میں گفتگو کرتے تھے اور میں ان کے ساتھ ہوتا تھا''۔

اس سے آپ صورت حال کی سنگینی کا اندازہ کر سکتے ہیں۔

رمضان المبارک کے آخری ایام اور عید الفطر اسی منصوبہ بندی میں گزارے، قریش کا لشکر 6 شوال 3ھ کو مدینہ اترا، آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ باہر نکل کر رات گزاری اور 7 شوال 3ھ کو جنگ اُحد کا دن ہے۔ یہ دن یوں بھی بہت اہم ہے کہ آپ ﷺ زخمی ہوئے

زمین پر گرے اور آپ ﷺ کے دانت مبارک شہید ہوئے۔اس جنگ میں 70 مسلمانوں نے جامِ شہادت نوش کیا جن میں حضرت امیرحمزہ، حضرت مُصعب بن عمیراور حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہم بھی شامل تھے۔ انہیں حالات میں شوال 3 ھ میں رسول اللہ ﷺ کی سب سے چھوٹی صاحبزادی فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہوا۔

رمضان المبارک 4 ہجری

شعبان 4 ہجری میں کفار کے عہد کے مطابق ایک معرکہ پیش آیا جسے غزوہ بدر دوم کہتے ہیں اس میں رسول اللہ ﷺ بنفس نفیس تشریف لے گئے۔ واپسی پر رمضان کا ماہ مبارک آیا جو آپ نے مدینے میں گزارا۔

رمضان المبارک 5 ہجری

الرحیق المختوم کے مؤلف مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری کے بقول غزوہ احزاب شوال 5 ھ میں پیش آیا تھا۔ دو تین ماہ قبل سے ہی قریش کی جنگی تیاریوں کی اطلاعات مدینہ پہنچ رہی تھیں، عرب بھر سے قریش کے حلیف (اتحادی) قبائل کے لشکر تیار تھے اور مدینہ پر حملہ کے منتظر۔ اس پس منظر میں رسول اللہ ﷺ نے خندق کھودنے کا حکم دیا، یہ آپ کی ذاتی بصیرت کا شاہکار ہے۔ یہ خندق تقریباً 9 کلومیٹر لمبی تھی اور مسلمانوں نے نہایت جانفشانی سے اس کی کھدائی کی تھی، خود رسول اللہ ﷺ بھی اس میں شریک رہے، سردی کا موسم تھا۔ ماہ رجب، ماہِ شعبان اور رمضان المبارک 5 ھ کا ایک حصہ اسی خندق تیاری میں گزر گیا۔ اور باقی رمضان المبارک، شوال کا مہینہ لشکر کی آمد اور حملہ کے خطرہ کی کیفیت میں گزرا۔ شوال میں 28 دن یہ محاصرہ رہا تاہم کفار کا لشکر بغیر فتح کے نامراد لوٹ گیا۔ یہ مسلمانوں کے لئے بڑی کامیابی تھی۔ یہ رمضان المبارک بھی جنگی تیاریوں، رات کے پہروں اور جہاد کے ماحول میں گزرا۔

رمضان المبارک 6 ہجری

2 شعبان کو غزوہ بنی المصطلق کے لئے روانگی ہوئی اور اواخر شعبان میں واپسی، اسی غزوہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر قذف کا واقعہ پیش آیا جس سے 40 روز تک آپ ﷺ

گھریلو معاملات میں منافقین کے رویے کی وجہ سے بظاہر سخت غم انگیز کیفیت سے دوچار رہے، پورا رمضان المبارک ظاہری طور پر ایک طرح کی بے سکونی میں گزرا۔ تا آنکہ قرآن مجید کی آیات میں اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی براءت فرمادی اور منافقین کی فتنہ انگیزیوں کا پردہ چاک کردیا۔

رمضان المبارک 7 ہجری

صلح حدیبیہ کے موقع پر مسلمان عمرہ نہیں کر پائے تھے اس لئے قضائے عمرہ کے لئے 7ھ میں روانگی ہوئی۔ صلح کے بعد امن کا زمانہ رہا اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ تشریف آوری کے بعد یہ پہلا رمضان المبارک ہے جو نہایت سکون کے ساتھ گزارا اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو روزے کی برکات اور احکام سکھائے۔ اغلباً اس دفعہ شعبان کے آخری دن رمضان المبارک کی آمد پر خطبہ ارشاد فرمایا جو حضرت سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ 130 صحابہ رضی اللہ عنہم کو ایک مہم کے لئے مقام میفعہ روانہ فرمایا۔

رمضان المبارک 8 ہجری

8 ہجری میں رمضان المبارک کی آمد سے پہلے ہی حدیبیہ کا معاہدہ قریش کی بدعہدی کی وجہ سے ٹوٹ چکا تھا۔ حضرت ابوسفیان اس کی تجدید کی کوشش کے لئے مدینہ حاضر ہوئے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیان سے ملاقات ہی نہیں فرمائی۔ حضرت ابوسفیان کی واپسی کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ کی تیاری کا حکم دے دیا، تیاری کے بعد سفر کا آغاز کیا اور دس ہزار کے لشکر کے ساتھ مکہ کے باہر پڑاؤ ڈالا۔ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ ایمان لے آئے اور پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں فاتح کی حیثیت سے داخل ہوئے، بغیر جنگ کے مکہ فتح ہوگیا۔ یہ واقعہ 20 رمضان المبارک 8ھ کا ہے۔ 15 دن مکہ میں قیام رہا۔ گویا اوائل رمضان المبارک سے ہی مکہ روانگی ہوگئی تھی۔ یہ ماہِ صیام بھی جہاد اور جنگ کی کیفیات میں بسر ہوا۔

رمضان المبارک 9 ہجری

یہ ماہِ صیام سفر تبوک میں صرف ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے اس جنگ کی تیاری فرمائی،

نفیر عام دی 30,000 کا لشکر لے کر مقام تبوک روانہ ہوئے۔ ایک ماہ جانے میں صرف ہوا، ایک ماہ کے لگ بھگ وہاں قیام رہا، قیصر روم جنگ میں مقابلہ پر نہیں آیا۔ واپسی کا سفر رمضان المبارک میں ہوا، اور شوال کے اوائل میں مدینہ تشریف آوری ہوئی۔ یہ ماہ صیام پورا سفر جہاد میں گزرا۔

رمضان المبارک 10 ہجری

یہ ماہِ صیام جو آپ ﷺ کی وفات سے تقریباً چھ ماہ پہلے آیا آپ ﷺ نے مدینہ میں گزارا اور چونکہ 8 ھ اور 9 ھ کے ماہ صیام میں آپ ﷺ مدینہ میں مقیم نہ ہونے کی وجہ سے اعتکاف نہیں کر سکے تھے؛ اسی لیئے آپ ﷺ نے پورے ماہ کا اعتکاف فرمایا۔ واللہ اعلم

خلاصہ کلام یہ ہے کہ:

1. ماہِ صیام مسلمانوں کی فوجی قسم کی ایک تربیت کرتا ہے اور روحانی برکات تو جو ہیں وہ ہیں ظاہری برکات میں سے بھی ڈسپلن اور نظم وضبط کا عادی بناتا ہے اس نظم وضبط کا ہدف اور استعمال کیا ہے؟ یہ آج کا عام مسلمان اور رہنمایانِ قوم نہیں سوچتے صوفیاء کرام اپنے مریدوں کی تربیت کر رہے ہیں مگر اس تربیت کا ہدف کیا ہے؟ یہ بات بھی بتانا اور عام کرنا ضروری ہے اس تربیت کا ہدف سوائے جہاد فی سبیل اللہ کے نہیں ہے صوفیائے کرام مصلحتاً مریدین کو یہ ہدف نہیں بتاتے کہ پھر وہ جلد یا بدیر جہاد پر جانے کا مطالبہ کریں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ تربیت میدان جہاد میں بھی دی اور سفر جہاد میں بھی دی اور روزے کی برکات کا صحیح مصرف اور صحیح استعمال سکھایا۔
2. آپ ﷺ کی حیات طیبہ کے مدنی دور میں 9 ماہ صیام آئے جن میں رمضان 2 ھ جنگ بدر میں اور رمضان 3 ھ جنگ اُحد سے قبل کی تیاری میں صرف ہو گئے۔ رمضان 5 ھ جنگ احزاب سے قبل خندق کی کھدائی اور جنگی

تیاریوں میں گزرا۔ رمضان 6ھ غزوہ بنوالمصطلق سے واپسی پر منافقین کی شرارت کے نتیجہ میں واقعہ افک کے پریشان کن حالات اور کرب میں گزرا۔ رمضان المبارک 8ھ فتح مکہ کے سفر اور فتح مکہ اور اس کے بعد جنگی انتظامات میں صرف ہوگیا۔ 9ھ کا ماہ صیام قیصر روم کے مقابلے میں جنگ کے لیے لشکر کی روانگی، قیام اور واپسی میں گزر گیا۔ صرف 4ھ، 7ھ، 10ھ کے 3 ماہِ صیام مدینے میں حالت امن میں گزرے۔

3. اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اس ماہ کی عبادت کے نتیجے میں حاصل توانائی اور روحانی جذبے اور شوق کا اصل ہدف سوائے جہاد کے اور کچھ نہ تھا۔

4. کاش آج ہمارا اور ہمارے سارے مسلمان بھائیوں کا رمضان المبارک گزارنے اور اس کی برکات کے حصول کا ہدف ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ کے نقش قدم پر اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اِتباع میں جہاد کا شوق اور جذبہ جہاد اجاگر کرنا ہی ہوجائے تو شاید اس سے اُمت مسلمہ کی تقدیر بدل جائے۔

وَمَا ذَالِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْز

کس قدر تم پہ گراں صبح کی بیداری ہے!
ہم سے کب پیار ہے؟ ہاں نیند تمھیں پیاری ہے
طبعِ آزاد پہ قیدِ رمضاں بھاری ہے
تمھیں کہہ دو یہی آئینِ وفاداری ہے

(جوابِ شکوہ۔ علامہ اقبال)

پانی

1

ڈاکٹر محمد سرشار خان
(سابق ڈپٹی ڈائریکٹر ویٹرنری انسٹیٹیوٹ لاہور)

سورۃ 56 آیت 68 ''اور کیا تم نے پانی کو دیکھا جو تم پیتے ہو؟''

پانی تو ہم روز ہی دیکھتے ہیں بلکہ دیکھ کر ہی پیتے ہیں لیکن ہم نے پانی کو کبھی اس نظر سے نہیں دیکھا جیسے دیکھنے کی ہمیں قرآن حکیم میں تاکید کی گئی ہے۔ آیئے ہم اس پہلو یا زاویے سے پانی کو دیکھیں یعنی غور و فکر اور تدبر کریں اور اس خالقِ ارض و سما کی حمد و تسبیح کا صحیح حق ادا کریں۔

یوں تو خالق کائنات کی ہر تخلیق اس کی عظمت، یکتائی کا منہ بولتا ثبوت ہے لیکن پانی ایک ایسی تخلیق ہے جو اپنی ترکیب اور خواص میں بہت حد تک منفرد اور عجیب ہے۔ پانی کی ان خصوصیات کی بنا پر ہی کرہ زمین پر زندگی کا وجود ممکن ہوا۔

پانی کیا ہے اور کیسے وجود میں آیا؟

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے تمام مادی اجسام کی تخلیق انتہائی چھوٹے منفی اور مثبت بار والے الیکٹرون، پروٹان اور نیوٹران وغیرہ سے تشکیل شدہ بنیادی ذرات سے فرمائی جسے ہم ایٹم کہتے ہیں۔ ان بنیادی مثبت منفی وغیرہ ذروں کی کمی بیشی سے کم از کم ۲۱۸ بنیادی عناصر (تا حال انسانی علم کے مطابق) بنائے اور پھر ان بنیادی عناصر کے آپس میں کیمیائی تعامل سے کائنات میں موجود تمام مرکبات بنائے گئے۔ ان مرکبات میں ایک پانی بھی ہے جس کا سالمہ (بنیادی ذرہ) آکسیجن گیس "O" کے ایک ایٹم اور ہائیڈروجن گیس "H" کے دو ایٹموں پر مشتمل ہے اسے کیمیائی زبان

میں H_2O لکھتے ہیں یعنی اس کے ایک سالمے میں ایک آکسیجن کا ایٹم ہوتا ہے جس کے ساتھ دو ہائیڈروجن کے ایٹم جڑے ہوتے ہیں۔ دراصل پانی کے سالمے کی مخصوص ساخت ہی اس کی غیر معمولی خصوصیات کی بنیاد ہے

یہ بڑی دلچسپ بات ہے کہ مرکبات کی خصوصیات ان کے بنیادی اجزا (عناصر) کی خصوصیات سے بالکل مختلف ہوتی ہیں جیسے یہ دونوں گیسیں باہم مل کر پانی بناتی ہیں جس کی خصوصیات ہر لحاظ سے آکسیجن اور ہائیڈروجن سے مختلف ہیں۔ پانی دیگر عناصر و غیر نباتاتی مرکبات کی طرح زمین پر روزِ اوّل سے شدید حرارت کی بنا پر بھاپ کی شکل میں موجود تھا۔ زمین پر آتش فشانی عمل سے بھی یہ بھاپ زمین سے نکل کر فضا میں شامل ہوتی رہی اور بالآخر زمین کی بیرونی پرت اور فضا کے ٹھنڈا ہونے پر پانی یعنی مائع حالت میں بدل گئی۔ مزید ٹھنڈی ہونے پر قطبین اور اونچے پہاڑی سلسلوں پر برف یعنی ٹھوس حالت میں بھی ظاہر ہوگئی۔

اس زمین پر پانی کے علاوہ شاید ہی کوئی ایسا عنصر یا مرکب ہوگا جو زمینی درجہ حرارت کے تغیر و تبدل کے اندر رہتے ہوئے مادے کی تینوں حالتوں یعنی ٹھوس، مائع اور گیس میں پایا جاتا ہو۔ اللہ سبحانہ تعالیٰ نے نہ صرف پانی بالکل مطلوبہ مقدار میں ماپ کر اُتارا بلکہ اس کی ٹھیک ٹھیک مقدار ٹھوس، مائع اور گیس یعنی آبی بخارات یا فضائی نمی میں رکھی۔

سورۃ القمر آیت 49۔ ''ہم نے ہر چیز ایک اندازے کے ساتھ پیدا کی''۔

سورۃ المومنون آیت 18 ''اور ہم نے آسمان سے پانی اُتارا ماپ کر پھر اس کو زمین میں ٹھہرا دیا اور ہماری قدرت میں ہے کہ اس کو لے جانا چاہیں تو لے جائیں''۔

زمین پر پانی کی تینوں حالتوں میں متناسب موجودگی بہت ضروری ہے۔ اگر سمندر میں پانی کی مقدار کم یا زیادہ ہوتی یا سمندر کا رقبہ کم و بیش ہوتا۔ قطبین پر جمتی اور پگھلتی برف کی مقدار بہت کم یا بہت زیادہ ہوتی۔ یا ہوا میں نمی کی مقدار موجودہ مقدار سے کم و بیش ہوتی تو ہر حالت میں اس کرۂ ارض پر زندگی موجودہ صورت میں برقرار نہیں رہ سکتی تھی۔

پانی کی طبعی اور کیمیائی خصوصیات:

جیسا کہ آپ جانتے ہیں پانی ایک بے رنگ، بے ذائقہ اور بے بو مائع ہے۔ بہت

زیادہ مقدار میں ہو تو پانی نیلگوں دکھائی دیتا ہے جیسے آسمان کا کوئی رنگ نہ ہونے کے باوجود وہ ہمیں نیلا دکھائی دیتا ہے۔ اگر پانی کا کوئی رنگ مثلاً نیلا ہوتا تو ہمیں دنیا میں ہر جاندار چرند پرند، اشجار و اثمار حتیٰ کہ ہر پھول کا رنگ نیلا نظر آتا کیونکہ کسی جاندار شے کا وجود پانی کے بغیر ممکن نہیں۔ مزید برآں اکثر بے جان اشیا میں بھی نمی کی تھوڑی مقدار موجود ہوتی ہے جو ان اشیا کو بھی نیلا کر دیتی تو اس طرح رنگوں کا وجود بے معنی ہو جاتا۔

ارشادِ ربانی ہے: سورۂ نحل آیت 13 ''اور تمہارے لئے زمین میں مختلف رنگوں کا جو کچھ پھیلا دیا گیا ہے، بے شک سوچنے والوں کے لئے اس میں ضرور نشانی ہے''۔

اسی طرح اگر پانی کا کوئی ذائقہ ہوتا تو دنیا میں تمام پھلوں سبزیوں، دالوں، گوشت غرض تمام اشیاء کا ذائقہ ایک ہی ہوتا۔ اسی طرح ذائقہ ایک ناقابل ذکر حس ہوتی۔ اگر پانی کی کوئی بو یا خوشبو ہوتی تو تمام اشیا سے اس کا اظہار ہوتا جس سے خوشبو یا بدبو کا احساس ایک بے معنی چیز بن کر رہ جاتا جبکہ سونگھنے کی حس بے شمار جانداروں میں زندہ رہنے، خوراک حاصل کرنے اور دشمن سے بچنے کے لئے بہت ضروری ہے۔

پانی کی حل پذیری:

یہ دنیا کا واحد مائع ہے جس میں سب سے زیادہ عناصر و مرکبات حتیٰ کہ گیسیں بھی حل ہو جاتی ہیں ایسی خوبی اور کسی مائع میں نہیں ہے۔ اس کے علاوہ یہ ناقابل حل ٹھوس اشیا کے باریک ذرّات سے مل کر Suspension بناتا ہے اس طرح روغنیات یعنی تیل وغیرہ کے بہت باریک ذرات سے مل کر Emulsion بناتا ہے۔ یہ ساری خاصیتیں زندگی کے وجود کے لئے بہت ضروری ہیں کیونکہ زندہ اجسام میں پانی ہی زندگی کے لئے ضروری مادوں کو ایک جگہ سے دوسری مطلوبہ جگہ تک پہنچاتا ہے اور اسی کے ذریعہ ہی مضر اور غیر ضروری مادے جسم سے خارج ہوتے ہیں۔ ہم جو بھی کھاتے ہیں اس کے قابل ہضم اجزا پانی میں حل ہو کر انتڑیوں کے ذریعے خون میں شامل ہو جاتے ہیں۔ یہاں یہ سوال اٹھتا ہے کہ جو خوراک ہم کھاتے ہیں اس میں سے زیادہ تر اشیا تو پانی میں حل ہی نہیں ہوتیں مثلاً روٹی، چاول، گوشت اور گھی وغیرہ۔ قدرتِ الٰہی روٹی، چاول وغیرہ یعنی نشائستہ دار غذا کو نظامِ انہضام کے ذریعے پہلے چینی (گلوکوز) میں تبدیل کرتی ہے جو

پانی میں بآسانی حل پذیر ہے۔اس طرح لحمیات یا پروٹین (گوشت وغیرہ) بھی اپنے چھوٹے اجزا میں تقسیم ہو جاتے ہیں جو کہ پانی میں حل پذیر ہیں جیسے انڈے کی سفیدی گوشت کی ہی ایک سادہ شکل ہے مگر پانی میں حل ہو جاتی ہے۔

اب گھی یا روغنیات کے بارے میں دلچسپ بات سنیئے کہ پتہ سے نکلنے والی رطوبت (Bile) جو کاسٹک سوڈے کی قسم سے تعلق رکھتی ہے، جب روغنی اجزا سے ملتی ہے تو اسے صابن میں تبدیل کر دیتی ہے، جو آسانی سے پانی میں حل ہو کر انتڑیوں کے ذریعے خون میں شامل ہو جاتے ہیں۔ جب یہ خون ان انتڑیوں سے جگر تک پہنچتا ہے تو وہ دوبارہ گھی کے ذرات میں تبدیل ہو جاتا ہے اور جسم کے کام آتا ہے۔ سبحان اللہ

پانی کا نقطہ جوش اور نقطہ انجماد:

ہائیڈروجن گیس دوسرے عناصر کے ساتھ مل کر مرکبات بناتی ہے۔ پانی بھی ان میں ایک مرکب ہے۔ان مرکبات کے مشاہدے سے معلوم ہوتا ہے کہ جس مرکب کے سالمے کا سائز کم ہوتا ہے اس کا نقطہ کھولاؤ بھی کم ہو جاتا ہے اور جس مرکب کے سالمے کا وزن زیادہ ہوتا ہے اس کا نقطہ کھولاؤ بھی زیادہ ہوتا ہے یعنی وہ زیادہ درجہ حرارت پر اُبلتا ہے یا گیس میں تبدیل ہوتا ہے۔لیکن پانی کے سلسلے میں یہ معاملہ الٹ ہے یعنی اگرچہ پانی کا سالمہ وزن میں چھوٹا ہے مگر جیسا کہ آپ جانتے ہیں پانی 100 ڈگری سنٹی گریڈ پر جا کر ابلتا ہے یہی حال اس کے نقطہ انجماد میں ہے یعنی صفر ڈگری سنٹی گریڈ پر جمتا ہے اس طرح یہ خاص مرکب آہستہ آہستہ گرم ہوتا ہے اور اسی طرح آہستہ آہستہ ٹھنڈا ہو کر جمتا ہے گویا اس کے ابلنے اور جمنے میں 100 ڈگری سنٹی گریڈ کا فرق ہے۔

پانی کی یہ خصوصیت زندگی اور خصوصاً آبی حیات کے لئے نہایت اہمیت کی حاصل ہے کیونکہ پانی اگر معمولی درجہ حرارت پر اُبل کر بخارات میں تبدیل ہو جاتا یا معمولی سردی کی صورت میں فوراً جم جاتا تو جھیلوں اور سمندروں کی حالت روزانہ تبدیل ہوتی اور زندگی کا وجود جو کہ پانی کا مرہونِ منّت ہے، بہت مشکل ہوتا۔

پانی کی آہستہ آہستہ حرارت جذب کرنے اور اسے آہستہ خارج کرنے (ٹھنڈا ہونے) کی خاصیت کرۂ ارض کے درجہ حرارت کو ایک مخصوص حد میں رکھنے کی بنیادی وجہ ہے۔ سمندر کی

صورت میں کرۂ ارض پر پانی کے عظیم ذخیرے کی غیر موجودگی میں دن کو سخت گرمی پڑتی اور رات بے انتہا ٹھنڈی ہو جاتی یوں خشکی پر بھی زندگی ممکن نہ رہتی۔ چونکہ سمندر کا پانی سورج کی گرمی کو اپنے اندر جذب کرتا رہتا ہے اور آہستہ آہستہ گرم ہو جاتا ہے اور رات کو آہستہ آہستہ ہی ٹھنڈا ہوتا ہے۔ دوسرے پانی ایک مقررہ وافر مقدار میں موجود ہے۔ ایسا نہ ہوتا تو زمینی حالات زندگی کے لئے انتہائی ناسازگار ہوتے۔

پانی مائع حالت میں:

ایسے مرکب کا ملنا بہت مشکل ہے جس میں کاربن شامل نہ ہو پھر بھی وہ عام درجہ حرارت اور دباؤ پر مائع شکل میں موجود ہو۔ پانی کی یہ منفرد خصوصیت ہے کہ اس کی ساخت میں کاربن "C" موجود نہ ہونے کے باوجود عام درجہ حرارت (Room Temperature) پر مائع حالت میں اتنی بڑی مقدار میں موجود ہے۔ اس میں اس کے سالمے کی مخصوص بناوٹ کا بہت دخل ہے۔

کرہ ارض پر پانی سب سے زیادہ مائع حالت میں پایا جاتا ہے جس نے زیر زمین پانی، دریاؤں اور جھیلوں کے علاوہ سمندر کی شکل میں زمین کے دو تہائی حصے کو گھیر رکھا ہے۔ پانی کی اس بہتات کی وجہ سے خلا سے زمین نیلے رنگ کا خوبصورت کرہ دکھائی دیتی ہے جس کا نصف حصہ ہر وقت بادلوں سے ڈھکا رہتا ہے۔

سمندر:

سمندر کرۂ ارض پر تقریباً ساڑھے چار ارب سال پہلے وجود میں آئے اس سے قبل کرۂ ارض کا تمام پانی سخت حرارت کی وجہ سے فضا میں بھاپ کی شکل (گیس کی حالت) میں موجود تھا۔ شروع شروع میں کرۂ ارض پر آتش فشانی عمل بہت تیز تھا۔ آتش فشانی گیسیں زیادہ تر بھاپ اور کاربن ڈائی آکسائیڈ پر مشتمل ہوتی ہیں۔ جب زمین ٹھنڈا ہونا شروع ہوئی تو یہ بھاپ بارش کی شکل میں زمین پر آ گئی۔ زمین پر پانی کا کچھ حصہ ان شہاب ثاقب کے زمینی فضا میں تباہ ہونے سے بھی بنتا ہے جن میں پانی برف کی شکل میں موجود ہوتا ہے۔ لہٰذا پانی بہر حال آسمان سے زمین پر آیا۔

سورۃ مومنون آیت 18۔ ''اور ہم نے آسمان سے پانی اتارا ماپ کر پھر اس کو زمین میں ٹھرا دیا اور ہماری قدرت میں ہے کہ ہم اس کو لے جانا چاہیں تو لے جائیں''۔

کرۂ ارض پر پانی کی ایک خفیف مقدار موجودہ آتش فشانی عمل سے اور شہابیوں سے (اگر ان میں پانی موجود ہو) بڑھ رہی ہے۔ لیکن اللہ سبحانہ وتعالیٰ زمینی ضروریات سے زائد پانی کو فضا میں بالائے بنفشی شعاعوں کے ذریعے تباہ کر کے آبی بخارات میں پانی کے سالموں کو توڑ کر (ہائیڈروجن اور آکسیجن کو علیحدہ کر کے) توازن برقرار رکھتے ہیں۔

پانی اپنی سطح ہموار رکھنے کے لئے نشیبی علاقوں کا رخ کرتا ہے۔ لہٰذا زمین کے تمام نشیبی علاقے پانی سے بھر گئے اور سمندر کہلائے۔ اگرچہ سمندروں کی اوسط گہرائی تقریباً پونے چار کلومیٹر ہے لیکن بعض جگہ سمندر اتنا گہرا ہے کہ دنیا کا سب سے بڑا پہاڑ ہمالیہ بھی اس ہی میں ڈوب سکتا ہے۔ کرہ ارض کے تمام پانی کا 97% حصہ سمندروں میں موجود ہے۔ باقی محض 3% حصہ قطبین پر برف، دیگر پہاڑوں پر برف، دریاؤں جھیلوں اور زیرزمین پانی کی شکل میں موجود ہے لیکن پانی کا یہ تناسب ہی زمین پر خوبصورت زندگی کے وجود کا ضامن ہے۔

سمندر کے پانی میں دریاؤں کا پانی شامل ہونے سے اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ یوں یہ چکر چلتا رہتا ہے۔ اس کا تفصیل سے ذکر ہم آگے کریں گے۔ اسی چکر میں سمندر کے پانی میں دریاؤں کے ذریعے لائے ہوئے نمکیات کی مقدار بڑھتی رہتی ہے۔ اسی لئے سمندر کا پانی کڑوا ہونے کی وجہ سے پینے کے قابل نہیں ہے۔ سمندری پانی میں نمکیات کی مقدار ساڑے تین فیصد ہے جس میں زیادہ تر خوردنی نمک شامل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمام سمندری جانور اس طرح بنائے ہیں کہ وہ بآسانی اس نمکین پانی میں زندگی گزارتے ہیں۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ لاکھوں کروڑوں سال پہلے بھی سمندر میں نمکیات کی مقدار یہی تھی جو آج ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے سمندر میں ایسا نظام بنایا ہے کہ اس میں نمکیات کی مقدار خاص حد سے بڑھ نہیں پاتی۔

انسان زمانہ قدیم سے آج تک سمندر کو خوراک سفر اور تجارتی نقل وحمل کے لئے استعمال کرتا چلا آ رہا ہے۔ دورِ جدید میں سمندروں کی اہمیت مزید بڑھ گئی ہے اور جدید تحقیق وجستجو سے اس عظیم الشان مظہر قدرت کے نئے نئے پہلو اُجاگر ہوئے ہیں۔ ارشاد خداوند ہے:

''آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے میں اور دن رات کے اختلاف (گردش) میں اوران جہازوں اور کشتیوں میں جو سمندر میں لوگوں کو نفع پہنچانے والی چیزیں اٹھا کر

چلتی ہیں اوراس بارش کے پانی میں جسے اللہ آسمان کی طرف سے اتارتا ہے پھراس کے ذریعے زمین کومردہ ہوجانے کے بعدزندہ کرتا ہے (وہ زمین) جس میں اس نے ہرقسم کے جانور پھیلا دیے ہیں اور ہواؤں کے رخ بدلنے میں اوراس بادل میں جوآسمان اور زمین کے درمیان (حکمِ الٰہی کا) پابند (ہوکر چلتا) ہے (ان میں) عقلمندوں کے لئے (قدرت الٰہی کی بہت سی) نشانیاں ہیں''۔(سورۃ البقرۃ:164)

سورۃ الرحمٰن آیت نمبر 24 میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں: ''اور بلند بادبان والے بڑے بڑے جہاز (بھی) اسی کے (اختیار میں) ہیں جو پہاڑوں کی طرح سمندر میں (کھڑے یا چلتے) ہیں''۔

یعنی اسی کی قدرت سے بنے ہیں۔اسی نے انسان کو یہ صلاحیت بخشی کہ سمندروں کو پارکرنے کے لئے جہاز بنائے۔اس نے زمین پروہ سامان پیدا کیے جس سے جہاز بن سکتے تھے اوراس نے پانی کوان قواعد وضوابط کا پابند کیا جن کی بدولت غضبناک سمندروں کے سینے پر پہاڑ جیسے جہازوں کا چلنا ممکن ہوا۔

برف:

برف پانی کی ٹھوس حالت ہے۔پانی کا درجہ حرارت جب صفرڈگری سنٹی گریڈ تک کم ہو جاتا ہے تو یہ مائع حالت سے جم کرٹھوس شکل اختیار کر لیتا ہے۔سب سے زیادہ برف زمین کے قطبین اوراس کے برفانی میدانوں پر پائی جاتی ہے۔اس کے علاوہ پہاڑوں کی بلندو بالا چوٹیاں برف سے ڈھکی رہتی ہیں۔برف باری کے علاوہ بھی سردعلاقوں میں درجہ حرارت بہت کم ہوجانے پرجھیلوں اوردریاؤں کےاوپرکا پانی جم جاتا ہے۔دلچسپ بات یہ ہے کہ کل زمینی پانی کا 97% تو سمندر میں ہوتا ہے۔بقیہ 3% میں سے بھی 99% تازہ پانی برف کی شکل میں پایا جاتا ہے۔

قدرت کا اصول ہے کہ تمام اشیا کواگرگرم کیا جائے تو وہ اپنے سالمات میں حرارت کی وجہ سے حرکت تیز ہونے کی بنا پر پھیل جاتی ہیں یا کم گاڑھی ہوجاتی ہیں۔اس طرح اگر درجہ حرارت کم کرتے جائیں تو وہ کثیف ہوکرسکڑ جاتی ہیں۔اسی طرح پانی کو جب ٹھنڈا کیا جاتا ہے تو وہ گاڑھا ہوکرسکڑ جاتا ہے اور بالآخر جم جاتا ہے اور برف کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔

حکمتِ اقبال پر ایک عمومی نظر

5

ڈاکٹر محمد رفیع الدین

کی کتاب 'حکمت اقبال' سے ایک باب

ہر علمی حقیقت (حکمت کی بات) صرف ایک فلسفے کے ساتھ پوری پوری مطابقت رکھتی ہے اور وہ وہی ہے جو صحیح تصورِ حقیقت یعنی خدا کے تصور پر مبنی ہو لہٰذا جہاں سے وہ مل جائے اسے تلاش کر کے اس فلسفہ کا جزو بنا دینا چاہیے۔

گفت حکمت را خدا خیر کثیر هر کجا ایں خیر را بینی بگیر

چونکہ صحیح اور سچی حکمت جو دنیا کی آخری حکمت ہوگی' خدا کی محبت یا خدا کے عشق کی بنیاد پر قائم ہوگی اور نوعِ بشر کو متحد کر کے انہیں دائمی امن سے ہمکنار کرے گی۔ اقبال اس بات پر زور تحریک کرتا ہے کہ خدا کی محبت کے نظریہ کو ایک فلسفہ یا حکمت کی شکل دی جائے۔ اس کے بغیر نہ تو خود یہ نظریہ عام قبولیت حاصل کر سکے گا اور نہ ہی عالم انسانی غلط فلسفوں اور باہمی آویزشوں اور رقابتوں سے نجات پا سکے گا۔ اس قسم کا فلسفہ جب بھی وجود میں آئے گا ایک عالم گیر انقلاب اپنے ساتھ لائے گا اور ایک نئی دنیا پیدا کرے گا۔ عقل جس پر اہل مغرب کی زندگی کا دارومدار ہے عشق سے راہ نمائی حاصل کرتی ہے اور خدا کا عشق جو اہل مشرق کا امتیاز ہے عقل سے قوت حاصل کرتا ہے۔ لہٰذا جب عقل اور عشق ایک دوسرے کے ہم دوش ہو کر ایک دوسرے کے ممد و معاون بن جائیں گے تو پوری دنیا کے اندر ایک انقلاب کا رونما ہو جانا ضروری ہوگا۔

غربیاں را زیرکی سازِ حیات شرقیاں را عشق راز کائنات

زیرکی از عشق گردد حق شناس　　کارِ عشق از زیرکی محکم اساس
عشق چوں با زیرکی ہمبر شود　　نقشبند عالم ِدیگر شود
خیز و نقش عالم دیگر بنہ　　عشق را با زیرکی آمیز دہ

لیکن ان تمام علمی حقائق کو جنہیں انسان کی جستجوئے صداقت آج تک دریافت کر سکی ہے حقیقت کے صحیح تصور کے ساتھ منسلک کرنے کے بعد بھی تصورِ حقیقت کی تشریح اپنے کمال کو نہیں پہنچے گی۔ کیونکہ قیامت تک نئے نئے علمی حقائق دریافت ہو ہو کر اس حقیقت کی تشریح کے رشتہ میں منسلک ہوتے رہیں گے اور اس کو زیادہ سے زیادہ واضح اور روشن کرتے رہیں گے اسی لیے اقبال نے ''تشکیل جدید الٰہیاتِ اسلامیہ'' کے دیباچہ میں مشورہ دیا ہے:

''جوں جوں علم ترقی کرتا جائے گا اور فکر کی نئی نئی راہیں کھلتی جائیں گی ان ہی مطالب کی تشریح کے لیے اور تصورات اور غالباً بہتر تصورات میسر آتے جائیں گے۔ ہمارا فرض یہ ہے کہ ہم انسان کی علمی ترقیوں کا جائزہ لیتے رہیں اور اپنے تصورِ حقیقت کی روشنی میں ان پر تنقیدی نگاہ ڈالتے رہیں''۔

اسی خیال کو اقبال نے اس شعر کا جامہ پہنایا ہے:

گفت حکمت را خدا خیر کثیر　　ہر کجا ایں خیر را بینی بگیر

لیکن اگر کوئی شخص آج حقیقت کی معرفتِ تامہ کا خواہش مند ہو تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ عبادت اور ریاضت کے ذریعہ سے حقیقت کے حسن وکمال کا ذاتی احساس یا تجربہ یا عشق پیدا کرے ورنہ نہ تو کوئی دانائے راز حقیقت کائنات کی مکمل تشریح کر سکتا ہے اور نہ ہی کسی فردِ بشر کے لیے ممکن ہے کہ فقط اس تشریح کو سن کر یا پڑھ کر حقیقت کائنات کی مکمل معرفت حاصل کر سکے۔

حقیقت پہ ہے جامۂ حرف تنگ
حقیقت ہے آئینہ ، گفتار زنگ
فروزاں ہے سینے میں شمع نفس
مگر تابِ گفتار کہتی ہے، بس!

زباں اگرچہ دلیر است و مدعا شیریں　　سخن ز عشق چہ گویم جز اینکہ نتواں گفت

رومی نے اس خیال کو بڑے زوردار الفاظ میں ظاہر کیا ہے:

ہرچہ گویم عشق را شرح و بیاں	چوں بعشق آیم خجل باشم ازاں
گرچہ تفسیر و بیاں روشن گر است	لیک عشق بے زباں روشن تر است
چوں قلم اندر نوشتن مے شتافت	چوں بعشق آمد قلم برخود شگافت
چوں سخن در وصف ایں حالت رسید	ہم قلم بشکست و ہم کاغذ درید
عقل در شرحش چو خردل گل نجفت	شرح عشق و عاشقی ہم عشق گفت
آفتاب آمد دلیل آفتاب	گر دلیلت باید از وے رومتاب

اقبال ایسا ایک عاشق ذات فلسفی اپنے عشق کی حکیمانہ توجیہ اس لیے کرتا ہے تا کہ اس کا مطالعہ کرنے والا ان عقلی اور علمی قسم کی رکاوٹوں سے نجات پائے جو حقائق علمی کی غلط بینی، غلط فہمی اور غلط ترجمانی سے اس کے عشق کی راہ میں پیدا ہوگئی ہوں اور تا کہ وہ ان کی رکاوٹوں سے نجات پا کر اس کے عشق سے بہرہ اندوز ہو اور پھر جب اس کی محبت کا چراغ اس طرح سے روشن ہو جائے تو وہ بے اختیار عبادت اور ریاضت کی طرف متوجہ ہو اور پھر عبادت اور ریاضت کے راستہ سے ہی اپنے عشق کو یہاں تک ترقی دے کہ اسے کم از کم اس غرض کے لیے خود حکمت کی بھی حاجت نہ رہے پہلے حکمت سے اس کا عشق پیدا ہو اور پھر اس کے عشق سے حکمت پھوٹتی اور بڑھتی اور پھولتی رہے۔
جب ہم کہتے ہیں کہ کائنات کی ہر علمی حقیقت صرف ایک ہی تصور حقیقت کے ساتھ عقلی اور علمی طور پر وابستہ ہے اور وہ خدا کا تصور ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ کائنات کا ہر ذرہ اس بات کی شہادت دے رہا ہے کہ خدا ہی کائنات کی سچی حقیقت ہے اس لیے قرآن حکیم نے کائنات کی ہر علمی حقیقت کو ایک آیت یا نشان کہا ہے:

وَفِی الْاَرْضِ آیٰتٌ لِّلْمُوقِنِیْنَ (51:20) ''اور زمین میں خدا پر یقین رکھنے والوں کے لیے بہت سے نشانات ہیں'' یعنی چونکہ کائنات کی علمی حقیقتیں صرف خدا کے تصور کے ساتھ، جو کائنات کی صحیح اور اصلی حقیقت ہے، مطابقت رکھتی ہیں اور کسی باطل تصورِ حقیقت کے ساتھ مطابقت نہیں رکھتیں لہٰذا وہ خدا کی خدائی کے نشانات یا دلائل یا شہادتیں ہیں۔

سچا فلسفی یہی کرتا ہے کہ جس قدر حقائق تمام نوعِ بشر کے دائرۂ علم میں داخل ہو چکے

ہوں ان کو معروف اور مقبول علمی اور عقلی معیاروں کے مطابق کائنات کی سچی حقیقت کے ساتھ وابستہ کرکے معلوم کائنات کے ذرہ ذرہ سے کہلواتا ہے کہ کائنات کی سچی حقیقت وہی ہے۔

وَفِىْ كُلِّ شَیْءٍ لَهٗ آيَةٌ　　تَدُلُّ عَلٰى اَنَّهٗ وَاحِدٌ

اور اس طریق سے باطل تصوراتِ حقیقت کے حق میں تمام ممکن شہادتوں کو ملیامیٹ کر دیتا ہے۔ اسے اس بات کی فکر نہیں ہوتی کہ ابھی نوعِ بشر کے احاطۂ علم میں بہت کم حقائق عالم داخل ہوئے ہیں اس لیے کہ وہ کم ہوں یا زیادہ سب اُسی کے تصورِ حقیقت کی تائید کر رہے ہوتے ہیں اور پھر جو لوگ غلط تصوراتِ حقیقت کے حق میں جھوٹی شہادتیں پیش کر رہے ہوتے ہیں ان کا دارومدار بھی تو ان ہی حقائق کی غلط ترجمانی پر ہوتا ہے۔ جب ہماری معلوم کائنات کا ہر ذرہ بلند آواز سے اس بات کی شہادت دینے لگ جائے کہ کائنات کی سچی حقیقت خدا ہے تو وہ ساتھ ہی اس بات کی بھی شہادت دے رہا ہوتا ہے کہ خدا کے سوائے تمام تصورات حقیقت باطل اور نامعقول ہیں۔

وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا آخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ (117:23)

اور جو شخص خدا کو چھوڑ کر کسی اور معبود کو پکارے اس کے پاس کوئی دلیل یا شہادت موجود نہیں ہوسکتی۔

اور جب پوری کائنات میں ایک بھی علمی شہادت کسی باطل تصورِ حقیقت کے حق میں باقی نہ رہے تو پھر باطل تصوراتِ حقیقت کا باقی رہنا ناممکن ہو جاتا ہے اور پھر حقیقت کائنات کے صحیح تصور پر قائم کیا ہوا نیا سچا فلسفہ دنیا بھر میں اشاعت پذیر ہوتا ہے اور کسی مزاحمت کے بغیر دنیا کے کناروں تک پھیل جاتا ہے لیکن ہم دیکھ چکے ہیں کہ تصوراتِ حقیقت فقط علمی دلچسپی کے نظریات نہیں ہوتے بلکہ افراد اور اقوام کی علمی زندگی کی پوری عمارتیں ان کی بنیادوں پر تعمیر ہوتی ہیں لہٰذا جب وہ علمی حیثیت سے ختم ہو جائیں تو ان تعمیرات کا ختم ہونا بھی ضروری ہوتا ہے جو ان پر کھڑی ہوں اور جب ساری دنیا ہی باطل تصورات حقیقت پر تعمیر پائے ہوئے ہو تو ایسی حالت میں اس نئے سچے فلسفے کا ظہور پانا اور اشاعت پانا جو دونوں دنیاؤں کی حقیقت کے مرغوب اور مروّج تصورات کو باطل ثابت کرنے پر تلا ہوا ہو ساری دنیا کے لیے ایک قیامت سے کم نہیں ہوتا۔ باطل تصوراتِ حقیقت کے پرستاروں میں سے کون ایسا ہوگا جو کسی فردِ واحد کی ذات میں اس قیامت کو

اُبھرتا ہوا دیکھے اور اسے مٹانے کے درپے نہ ہو جائے۔ لہٰذا اس قسم کے زلزلہ خیز فلسفہ کو پیش کرنا بڑی جرأت کی بات ہے جس کی توقع ہر شخص سے نہیں کی جاسکتی۔ کیونکہ وہ اپنے فکر کی تلوار سے اپنے ہم عصر لوگوں کی دونوں دنیاؤں کو فنا کے گھاٹ اتار دینا چاہتا ہے۔

حکمت و فلسفہ را ہمت مردے باید
تیغ اندیشہ بروئے دو جہاں آختن است

خوگر من نیست چشم ہست و بود
لرزہ بر تن خیزم از بیم نمود

تاہم یہ قیامت آ کر رہتی ہے اور جب حقیقت کے باطل تصورات مٹ رہے ہوتے ہیں اور ان کے اوپر کی عمارتیں بھی منہدم ہو رہی ہوتی ہیں تو اس عمل کے ساتھ ساتھ اس نئے سچے نظام حکمت کی بنیادوں پر ایک نئی دنیا وجود میں آتی ہے جسے عاشقانِ جمال ذات مل کر اپنی مرضی کے مطابق تعمیر کرتے ہیں اور ان کی مرضی خدا ہی کی مرضی ہوتی ہے گویا اس سے پہلے ان کے اور خدا کے درمیان یہ مکالمہ ہو چکا ہوتا ہے:

گفتند جہانِ ما آیا بتو می سازد
گفتم کہ نمی سازد گفتند کہ برہم زن

اور پھر خدا ان عاشقوں کا حوصلہ بڑھاتا ہے کہ تم جو چاہتے ہو وہی ہوگا اور تمہاری مزاحمت کرنے والے مٹا دیے جائیں گے:

قدم بیباک تر نہ در رہ زیست
بہ پہنائے جہاں غیر از تو کس نیست

یہی وجہ ہے کہ اقبال مسلمانوں کو دعوت دیتا ہے کہ صحیح تصورِ حقیقت پر ایک نئے فلسفے کی تشکیل کریں:

عشق چوں با زیرکی ہمبر بود — نقش بند عالم دیگر شود
خیز و نقش عالم دیگر بنہ — عشق را با زیرکی آمیز دہ

چونکہ اس وقت صحیح تصور حقیقت اپنی پوری صحت اور صفائی کے ساتھ صرف مسلمان قوم

ہی کے پاس ہے جو خاتم الانبیاءﷺ کی دعوت و تعلیم کی حامل ہے۔ضروری ہے کہ یہ قوم اپنے نظریہ کی وجہ سے کسی جنگ وجدال کے بغیر روئے زمین پر غالب آئے:

ے ہفت کشور جس سے ہو تسخیر بے تیغ و تفنگ
تو اگر سمجھے تو تیرے پاس وہ ساماں بھی ہے

جب ایسا ہوگا تو یقیناً یہ تاریخ کا ایک بہت بڑا حادثہ اور عظیم الشان انقلاب ہوگا لیکن یہ حادثہ اور یہ انقلاب ضمیر افلاک میں مخفی ہونے کے باوجود اقبال کی نگاہوں میں آشکار ہے:

ے انقلابے کہ نگنجد ضمیر افلاک
بینم و ہیچ ندانم کہ چسان مے بینم

ے حادثہ وہ جو ابھی پردۂ افلاک میں ہے
عکس اس کا میرے آئینۂ ادراک میں ہے

اس حادثہ یا انقلاب کے بعد جو حیرت انگیز نئی دنیا وجود میں آئے گی اس وقت ہم میں سے کوئی اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا اور کسی کو اس کا خیال بھی نہیں نہ مسجد میں نہ مکتب میں اور نہ مے خانہ میں:

ے کس کو معلوم ہے ہنگامہ فردا کا مقام
مسجد و مکتب و مے خانے ہیں مدت سے خموش

ے عالم نو ہے ابھی پردۂ تقدیر میں
میری نگاہوں میں ہے اس کی سحر بے حجاب

یہ بات حیرت میں ڈالنے والی ہے اور اگر زبان سے کہی جائے تو اسے کون مانے گا کہ کفر اور شرک اور فسق و فجور اور جنگ وجدال کے ایک ایسے طویل دور کے بعد ایک ایسا زمانہ بھی آئے گا کہ جس میں دنیا کے ایک کنار سے دوسرے کنار تک خدا پرستی اور نیکی اور امن اور صلح اور سلامتی کا دور دورہ ہوگا۔

ے آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آ سکتا نہیں
محو حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی

لیکن اہل فرنگ جو اس وقت دنیا میں غالب ہیں اس بات کو نہیں سمجھ سکیں گے کہ آخر کار مسلمان قوم

ہی دنیا میں غالب رہے گی۔ سمجھنا تو درکنار وہ تو اس بات کو سننا بھی گوارا نہیں کریں گے۔

؎ پردہ اٹھا دوں اگر چہرۂ افکار سے
لا نہ سکے گا فرنگ میری نواؤں کی تاب

خود قرآنِ حکیم کے اندر عالم انسانی کے اس شاندار مستقبل کی پیش گوئی موجود ہے قرآن حکیم میں بڑی تحدی سے اس بات کا اعلان کیا گیا ہے کہ انبیاء کا نظریۂ حیات ہی دنیا میں غالب رہے گا اور دوسرے تمام نظریات مٹ کر فنا ہو جائیں گے۔

كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغۡلِبَنَّ اَنَا وَ رُسُلِىۡ (21:58)

''خدا نے لکھ دیا ہے کہ بے شک میں اور میرے رسول ہی دنیا میں غالب رہیں گے''

اَنۡتُمُ الۡاَعۡلَوۡنَ اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ O(139:03)

''اگر تم سچے مومن بنو گے تو تم ہی دنیا پر غالب رہو گے''

وَلَقَدۡ سَبَقَتۡ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الۡمُرۡسَلِيۡنَ O اِنَّهُمۡ لَهُمُ الۡمَنۡصُوۡرُوۡنَ O
وَاِنَّ جُنۡدَنَا لَهُمُ الۡغَالِبُوۡنَO (171:37)

''اور بے شک ہمارے پیغمبروں سے ہمارا وعدہ ہو چکا ہے کہ یقیناً وہ مظفر و منصور ہوں گے اور ہمارا لشکر ہی لازماً غالب رہے گا''

اور پھر جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کے متعلق بالخصوص فرمایا گیا ہے

هُوَ الَّذِىۡۤ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰى وَ دِيۡنِ الۡحَقِّ لِيُظۡهِرَهٗ عَلَى الدِّيۡنِ كُلِّهٖ
وَ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيۡدًا O (28:48)

منکرین نبوت فلسفیوں کو آج تک اپنی انتہائی کوششوں کے باوجود بھی کائنات کی سچی حقیقت کا پورا علم نہیں ہوا۔

حریف نکتہ توحید ہوسکا نہ حکیم
نگاہ چاہیے اسرارِ لا اِلہ کے لیے

اگر چہ اس حقیقت کے علم کی طرف انہوں نے کچھ نہ کچھ پیش قدمی ضرور کی ہے دراصل فلسفہ اور نبوت دو مختلف راستوں سے ایک ہی منزل یعنی حقیقتِ عالم کی نقاب کشائی کی منزل کی

طرف آگے بڑھنے کی کوشش کرتے رہے ہیں۔ اگرچہ نبوت خاتم النّبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور سے پہلے اپنی منزل پر نہ پہنچ سکی تاہم اس کی رفتار کا ہر قدم صحیح راستہ پر اٹھتا اور صحیح منزل کی طرف بڑھتا رہا۔ اسکے برعکس اگرچہ فلسفہ جزوی اور محدود کامیابیاں حاصل کرتا رہا لیکن حقیقت کائنات کے صحیح تصور سے محروم ہونے کی وجہ سے مجموعی طور پر منزل سے دور ٹھوکریں کھاتا رہا۔ نبوت کاملہ کی راہنمائی کے بغیر صحیح قسم کے وجدان سے آغاز کرنا اور لہٰذا صحیح عقلی استدلال کو پانا اس کے بس کی بات نہ تھی۔

ہر دو امیر کارواں ہر دو منزلے رواں
عقل بحیلہ می کشد عشق برد کشاں کشاں

نبوت کی کوشش یہ تھی کہ انسان کو نظامِ عالم کی عقلی ترتیب کی تفصیلات میں لے جانے کی بجائے انسان کو اس کے ضروری حقائق کی واقفیت اس حد تک بہم پہنچادی جائے کہ وہ اپنی زندگی کے ہر شعبہ میں ایسے عمل پر آمادہ ہو جائے جس سے نہ صرف اس کی عملی زندگی درست اور پرامن اور خوشگوار ہو بلکہ جس سے اس کے اندر وہ صحیح وجدانِ حقیقت بھی پیدا ہو جائے جو بیک وقت حقیقت کا عشق اور حقیقت کا بنیادی علم ہوتا ہے اور جس کے بغیر وہ نہ تو حقائق کو ٹھیک طرح سے سمجھ سکتا ہے اور نہ ان کی صحیح عقلی اور علمی ترتیب کو دریافت کر سکتا ہے۔ زندگی کو درست اور پرامن اور خوشگوار بنانا اور حقائق عالم کی عقلی ترتیب کا دریافت کرنا انسان کی یہ دونوں ضرورتیں ایسی ہیں کہ نبوت کی روشنی کے بغیر ان کی تکمیل ممکن نہیں لیکن انسان کی پہلی ضرورت فوری تکمیل کا تقاضا کرتی ہے اور دوسری ضرورت اس نوعیت کی ہے کہ اگرچہ اس کی تکمیل کے لیے انسان ہر روز ایک قدم آگے اُٹھاتا ہے لیکن اس کی آخری اور پوری تکمیل نوعِ بشر کے علمی ارتقا کے ایک خاص مقام پر ہی ہو سکتی ہے اس سے پہلے نہیں ہو سکتی یہی سبب ہے کہ نبوت اپنے کمال کو پہنچ کر بھی ہمیں نظامِ عالم کی عقلی ترتیب کی واقفیت بہم پہنچانے کی کوشش نہیں کرتی بلکہ صرف اس اعلیٰ قسم کے وجدان کی تربیت کا اہتمام کرتی ہے جو آخر کار اس واقفیت کے حصول کے لیے ضروری ہے اور جس کے بغیر ہمارا عقلی استدلال کامل طور پر درست نہیں ہو سکتا۔ فلسفہ نے ٹھیک سمجھا کہ نظامِ عالم ایک زنجیر کی طرح ہے جس کی ہر کڑی اگلی کڑی کے ساتھ ایک عقلی اور علمی تعلق رکھتی ہے۔ لہٰذا اسے یہی نظر آیا کہ وہ نہایت آسانی کے ساتھ سلسلۂ عالم کی ساری کڑیوں کو عقل کی مدد سے دریافت کر لے گا۔ لیکن

بدقسمتی سے وہ ہر بار اپنے غلط وجدان کو ہی ایک منطقی زنجیر کی شکل دیتا رہا اور لہٰذا ہمیشہ ناکام رہا۔ اگر فلسفہ ذرا جرأت سے قدم اٹھاتا اور نبوت کاملہ کے تصور حقیقت کو جب کہ وہ دنیا کے اندر ظہور پذیر ہو کر اس کی تعلیم دے چکی تھی، اپنا لیتا تو اس کی پریشانیاں ختم ہو جاتیں اور وہ صحیح عقلی استدلال جو صدیوں سے اس کی جستجو کا مرکز رہا ہے اسے حاصل ہو جاتا لیکن جب تک فلسفہ اپنے لڑکھڑاتے ہوئے قدموں کے ساتھ چلتے چلتے نبوت کے تصور حقیقت کے قرب وجوار میں ایک خاص مقام پر نہ پہنچ جاتا یہ دلیرانہ اقدام اٹھانا اس کے لیے ممکن نہ تھا خوش قسمتی سے اس بیسویں صدی میں طبیعیات، حیاتیات اور نفسیات کے اکتشافات کی وجہ سے فلسفہ کو یہ مقام حاصل ہو گیا ہے اور اس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ اس نے اقبال کی حکمت میں تعلیم نبوت کی اصل یعنی توحید یا حقیقت کائنات کے صحیح تصور کے ساتھ پیوست ہونے کا دلیرانہ قدم بھی اٹھالیا ہے۔ اقبال کا فلسفہ خودی نبوت کے عطا کیے ہوئے تصورِ حقیقت کی ایسی تشریح بہم پہنچاتا ہے جس میں آج تک کے دریافت کیے ہوئے تمام عملی حقائق سموئے ہوئے نظر آتے ہیں اور اس بات کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ مستقبل کے عملی حقائق بھی اس کے اندر کیوں سموئے نہ جاسکیں گے۔ فلسفہ کے اس دلیرانہ قدم نے اب راہ گم کردہ عقل کو اپنی منزل مقصود پر پہنچا دیا ہے اور اب اس کا کوئی امکان باقی نہیں رہا کہ وہ اس کے بعد بھی بھٹکتی رہے گی۔ اگر چہ اسے عالمگیر انسانی سطح پر سمجھنے کے لیے کچھ وقت لگے گا کہ وہ اپنی منزل پر پہنچ چکی ہے اور اس کے آگے اب اس کی کوئی منزل نہیں:

ے در جہان کیف و کم گردید عقل
پے بہ منزل برو از توحید عقل
ورنہ ایں بے چارہ را منزل کجا ست
کشتیٔ ادراک را ساحل کجا ست

اقبال کا مقامِ عظیم

تعلیم نبوت اور فلسفہ کا یہ اتصال انسان کے علمی ارتقا کا ایک بہت بڑا واقعہ ہے جو نوعِ انسانی کو ترقی کے ایک نئے دور میں داخل کرتا ہے اور اقبال اس دور کا نقیب ہے اس واقعہ سے اس عالمگیر ذہنی انقلاب کا آغاز ہوتا ہے جس کا ذکر اوپر کیا گیا ہے اور جس کے نتیجہ کے طور پر مسلمان قوم

دنیامیں غالب ہوگی اور عالم انسانی امن اور اتحاد کی دولت سے مالا مال ہوگا۔ اس واقعہ سے حقیقت انسان کا علم جس پر انسان کے دائمی امن اور اتحاد کا دارو مدار ہے، پہلی دفعہ ایسی منظّم صورت میں سامنے آیا ہے جو دورِ حاضر کے انسان کو مطمئن کرسکتی ہے اور جو اس کی عالم گیر مقبولیت کی ضامن ہے۔ اقبال مسلمانوں کو نہایت زوردار الفاظ میں عشق اور زیرکی کی جس آمیزش کی دعوت دیتا ہے وہ خود ہی اس کا آغاز کرتا ہے اور اس طرح سے خود ہی عالم دیگر کی بنیاد رکھتا ہے۔ گویا اقبال آئندہ کے لیے اس عالمگیر ذہنی انقلاب کا نقیب ہی نہیں بلکہ بانی بھی ہے جس کے بعد اور کوئی ذہنی انقلاب نہیں آسکے گا لہٰذا اقبال آئندہ کی مستقل عالمگیر ریاست (World State) کا وہ ذہنی اور نظریاتی بادشاہ ہے جس کی بادشاہت کو زوال نہیں۔ ایک معمولی آدمی کے لیے جو رسول نہیں بلکہ رسول کا ایک ادنیٰ غلام ہے، عظمت کا یہ مقام اس قدر بلند ہے کہ اس سے بلند تر مقام ذہن میں نہیں آسکتا۔ اقبال اپنے اس مقام سے آگاہ ہے یہی سبب ہے کہ وہ بار بار اپنے اشعار میں کہتا ہے کہ اسے زندگی کے راز سے آشنا کیا گیا ہے آج تک کسی شخص نے کائنات کے وہ اسرار و رموز بیان نہیں کیے ہیں جو اس نے بیان کیے ہیں۔ اس کی حکمت معانی اور حقائق کے بیش قیمت موتیوں کی ایک لڑی ہے جس کی کوئی نظیر آج تک پیش نہیں کی گئی۔ اگرچہ وہ ایک ذرہ ہے لیکن سورج کی روشنی سے ہم کنار ہے۔ علم وحکمت کے نور کی سینکڑوں صبحیں اس کے گریبان میں روشن ہیں۔ اس کی خاک جامِ جم سے زیادہ منور ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ آنے والے دور میں کیا ہونے والا ہے۔ اس کے فکر کی رسائی ان حقائق تک ہوئی ہے جو ابھی دوسرے لوگوں پر آشکار نہیں ہوئے۔

چشمۂ حیواں براتم کردہ اند　　　محرمِ راز حیاتم کردہ اند
ہیچ کس رازے کہ من گویم نگفت　　　ہمچو فکر من دُرِ معنی نہ سفت
ذرہ ام مہر منیر آن من است　　　صد سحر اندر گریبانِ من است
خاکِ من روشن تر از جامِ جم است　　　محرم از نازادہائے عالم است
فکرم آں آہو سر فتراک بست　　　کو ہنوز از نیستی بیروں نجست

☆☆☆

سرآمد روزگار ایں فقیرے　　　دگر دانائے راز آید نہ آید

ے عمرہا در کعبہ و بت خانہ مے نالد حیات
تا ز بزمِ عشق یک دانائے راز آید بروں

وہ جانتا ہے کہ اگر چہ آج کا انسان اپنی علمی بے مائیگی اور روحانی پس ماندگی کی وجہ سے پوری طرح اس کی قدر دانی نہ کر سکے گا تاہم مستقبل میں پوری نوعِ بشر اس کے افکار کو اپنائے گی اور اس کی فکری قیادت کو قبول کرے گی وہ تنہا نہیں رہے گا بلکہ سینکڑوں کارواں اس کے ہمراہ ہوں گے وہ صبح عنقریب نمودار ہونے والی ہے جب لوگ جہالت کی نیند سے اٹھیں گے اور محبت کی اس آگ کے اردگرد جو اس نے روشن کی ہے آگ کے پجاریوں کی طرح ذوق وشوق سے جمع ہوں گے وہ مستقبل کے شاعر کی آواز ہے اور ایسا نغمہ ہے جسے زخمہ ور کی حاجت نہیں اور جو ہر حالت میں بلند ہو کر رہے گا۔ اس کا کلام ایک عالم گیر انقلاب اپنے دامن میں لیے ہوئے ہے جب یہ انقلاب آئے گا تو لوگ اس کے اشعار پڑھ پڑھ کر جھومیں گے اور کہیں گے کہ یہ وہ مرد خود آگاہ ہے جس نے دنیا کو بدل دیا ہے:

عصر من دانندۂ اسرار نیست — یوسف من بہر ایں بازار نیست
نغمہ من از جہانِ دیگر است — ایں جرس را کاروانِ دیگر است
نغمہ ام از زخمہ بے پرواستم — من نوائے شاعر فردا ستم
بچشم کم جبین تنہا ییمم را — کہ من صد کارواں گل درکنارم
قلزمِ یاراں چو شبنم بے خروش — شبنم من مثل یم طوفان بدوش
انتظارِ صبح خیزاں مے کشم — اے خوشا زردشتیانِ آتشم

☆☆☆

ے پس از من شعر من خوانند و مے رقصند و می گوئند
جہانے راہ دگرگوں کرد یک مرد خود آگاہے

اقبال کی خودستائی ٹھوس علمی حقائق ہیں

اس سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ اقبال کے اس قسم کے اشعار محض خودستائی کے جذبات یا شاعرانہ تعلّیات پر مشتمل نہیں بلکہ ایسے ٹھوس حقائق کو بیان کرتے ہیں کہ جو مضبوط علمی اور عقلی

بنیادوں پر قائم ہیں جو اس کے فلسفہ کا جز ولاینفک ہیں اور جن کا اظہار اس کے لیے خود اپنے فلسفہ کی تشریح کے لیے ضروری تھا کہ اگر اقبال ان کا اظہار نہ کرتا تو اس کا فلسفہ ناتمام رہ جاتا اور یہ ایک ایسی فروگزاشت ہوتی جس کی وجہ سے اقبال کی قوم ایک حد تک اس کے فکر کی معقولیت اور اہمیت سے ناآشنا رہ جاتی۔

اقبال کا امتیاز

اس کے جواب میں شاید یہ کہا جائے گا کہ اگر آج تک کوئی غیر مسلم فلسفی ایسا نہیں ہوا کہ جو نبوتِ کاملہ کے تصورِ حقیقت پر اپنے فلسفہ کی بنیاد رکھتا ہو تو یہ بات آسانی سے سمجھ میں آسکتی ہے لیکن اگر اقبال سے پہلے بھی کوئی ایک بھی مسلمان فلسفی گزرا ہے تو اس کے فلسفے کی بنیاد لازماً خدا کے اسلامی تصور پر ہوگی تو پھر اقبال کی خصوصیت کیا ہے پھر کیوں نہ اس مسلمان فلسفی کو نوعِ بشر کا آخری فلسفی اور آئندہ کے عالمگیر ذہنی انقلاب کا بانی قرار دیا جائے اور پھر اس سلسلہ میں شاید شاہ ولی اللہ اور محی الدین عربی ایسے اکابر اسلام کا نام لیا جائے لیکن اس زمانے کے خاص ذہنی حالات اور خاص علمی ماحول اور مقام کی بنا پر اقبال کے فلسفہ کو جو خصوصیات حاصل ہوئی ہیں وہ آج سے پہلے کسی مسلمان فلسفی کے فلسفہ کو حاصل نہ ہو سکتی تھیں اور نہ حاصل ہو سکی ہیں۔

اقبال کے امتیازی مقام کی وجوہات

پہلی بات تو یہ ہے کہ اقبال کے اس زمانہ میں حکمائے مغرب کی تحقیق و تجسّس کی بدولت علم کے تینوں شعبوں یعنی طبیعیات، حیاتیات اور نفسیات میں علمی حقائق نے اس سرعت سے ترقی کی ہے کہ اس سے پہلے اس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ یہ ترقی سائنس کے ایک خاص اسلوبِ تحقیق کی وجہ سے ممکن ہوئی ہے جو اشیاء کے خواص و اوصاف کے مشاہدہ کی بنا پر پوری احتیاط کے ساتھ صحیح صحیح علمی نتائج مرتب کرنے پر زور دیتا ہے۔ یہ اسلوبِ تحقیق سب سے پہلے خود مسلمانوں نے قرآن کی راہ نمائی میں ایجاد کیا تھا لیکن محققین یورپ نے اس سے متواتر کام لیا ہے اور اس کو اس کا میٹھا پھل علمی حقائق کے ایک بیش بہا ذخیرہ کی صورت میں، جسے ہم سائنس کہتے ہیں، دستیاب ہوا ہے۔ پھر اس دور میں علمی تحقیق و تجسّس کی کامیاب تحریک انسان اور کائنات کو ایک کل یا وحدت کی

حیثیت سے سمجھنے کی مختلف کوششوں میں نمودار ہوئی ہے جس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ اس زمانہ میں بہت سے فلسفے وجود میں آئے ہیں جن میں سے ہر ایک نے دریافت شدہ علمی حقیقتوں کو حقیقت عالم کے کسی تصور کے ساتھ ان کے مرکز یا محور کے طور پر وابستہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ ان میں سے ہر ایک نے حقیقت عالم کا غلط تصور قائم کیا ہے اور اس کے اردگرد حقائق علمی کی تنظیم بھی غلط طور پر کی ہے۔ سائنس کے خاص اسلوبِ تحقیق کی وجہ سے فلسفہ کی دنیا میں ایک نیا طرز استدلال وجود میں آیا ہے جس میں اس بات پر بالخصوص زور دیا جاتا ہے کہ کوئی حقائق نظر انداز نہ ہونے پائیں حقائق کا معائنہ کامل احتیاط سے کیا جائے اور نتائج وہی اخذ کیے جائیں جو ناگزیر ہوں اور یہ طرز استدلال علمی دنیا میں آئندہ کے لیے ایک مستقل حیثیت اختیار کر چکا ہے۔ اقبال نے ایک عرصہ تک یورپ میں رہ کر تعلیم پائی ہے اور اس دوران میں جیسا کہ وہ خود کہتا ہے کہ وہ یورپ کی علمی ترقیات اور حکمتِ مغرب کی خصوصیات سے پوری طرح متأثر ہوا ہے۔

خرد افزود مرا درسِ حکیمانِ فرنگ

سینہ افروخت مرا صحبت صاحبِ نظراں

علمی تحقیق وتجسّس کی اروپائی تحریک نے اقبال کو بھی آمادہ کیا کہ وہ انسان اور کائنات کو ایک کل کے طور پر سمجھے لیکن اقبال کی یہ آمادگی اس کے مخصوص نفسیاتی ماحول کی وجہ سے مغرب کے باطل فلسفوں میں ایک اور غلط مشرقی فلسفہ کے اضافہ کا موجب نہیں ہوئی بلکہ ان باطل فلسفوں کے خلاف اور ان فلسفوں کے زہر سے انسانیت کو بچانے کے لیے مہربان قدرت کے مفید اور کامیاب ردّعمل کی صورت اختیار کر گئی ہے بالکل اسی طرح جیسے کہ ایک جسم حیوانی کے اندر ایک مہلک مرض کے جراثیم کے داخل ہونے ترقی پانے اور زہر پیدا کرنے کے بعد جسم حیوانی کے نمو اور تحفظ کے لیے کارفرما ہونے والی قوتِ حیات ایک ردّعمل کرتی ہے اور ضد سرایت (Anti-Toxin) مواد پیدا کر کے جراثیم کی ہلاکت اور جسم انسانی کی صحت کا اہتمام کرتی ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ اقبال کے ذریعہ سے قدرت نے ایک ایسے فلسفہ کو نمودار کیا ہے جس کی روشنی میں نہ صرف مغرب کے موجودہ غلط فلسفوں کی نامعقولیت آشکار ہو جاتی ہے بلکہ جس کے اندر قیامت تک پیدا ہونے والے تمام غلط فلسفوں کا کافی اور شافی جواب اور اِبطال بالقوہ موجود ہے۔ (باقی برصفحہ 63)

مسلمان عورت کے حقوق
بنتِ حوّا چاہتی کیا ہے؟

ابو فیصل محمد منظور انور

زمانہ آیا ہے بے حجابی کا عام دیدارِ یار ہوگا
سکوت تھا پردہ دار جس کا وہ راز اب آشکار ہوگا

یہ مملکت خداداد پاکستان، اسلام کے نام پر معرضِ وجود میں آیا تھا اور اس میں بھی یقیناً اللہ تعالیٰ کی حکمتِ بالغہ ہی کارفرما ہے کہ یہ ملک بابرکت مہینے رمضان کی، بابرکت رات یعنی 27 ویں شب کو منصۂ شہود پر آیا۔ لیکن یہ ایک المیہ ہے کہ گزشتہ سات عشروں سے مقتدر طبقہ نے نفاذِ اسلام کی طرف کوئی پیش رفت نہیں کی۔ قیامِ پاکستان کے وقت نفاذ اسلام کا جو عہد مسلمانانِ پاکستان نے کیا تھا اگر وہ پورا کیا جاتا اور اسلامی نظام قائم ہوجاتا تو ملکی حالات اتنے ابتر نہ ہوتے۔ ہمارے اکثر حکمران ذاتی اقتدار اور ذاتی مفادات کی خاطر اسلام دشمن طاقتوں کے لبرل ایجنڈے پر گامزن ہوکر خاص طور پر عورت کو خودمختاری، حقوق اور شخصی آزادی دلانے کے نام پر مغرب کی مادر پدر آزاد سوسائٹی کی تقلید میں مددگار رہے ہیں جس میں حیا، ستر پوشی، پردہ اور برقعہ کے اسلامی احکامات کی گنجائش ہی نہیں ہے۔ مغرب میں تو بے شرمی، بے حیائی کے کلچر کو فروغ دے کر عورت کو آوارگی کی طرف دھکیل دیا گیا ہے۔ دین اسلام قرآنی تعلیمات کے تحت خواتین کو ایک خاص دائرے میں رہتے ہوئے ایسے تمام تر حقوق کی بات کرتا ہے جس کا مغربی معاشرے میں تصور بھی محال ہے۔ آفاقی دین اسلام میں خواتین کو جو حقوق حاصل ہیں وہ کسی بھی دیگر مذہب

میں نہیں دیے گئے جس کا اعتراف کئی غیر مسلم سکالر بھی کرتے ہیں۔ اسلام میں بیوی، بیٹی، ماں، بہن کے رشتوں کے تقدس کا خیال رکھتے ہوئے اس کا کردار متعین کر کے اسے وراثت میں بھی حق دیا گیا ہے جبکہ دوسرے ادیان میں خواتین کیلئے وراثتی حقوق کا ایسا تصور تک نہیں ہے۔ اسلام میں بیوہ اور مطلقہ عورت کے بھی حقوق متعین کر دیے گئے ہیں عورتوں کو اپنے گھر میں اپنی چادر اور چار دیواری کے اندر رہ کر باعزت طریقے سے زندگی گزارنے کا حق دیا گیا ہے۔ اس کے مقابلے میں مغرب نے حوا کی بیٹی کو ایک ڈیکوریشن پیس بنا کر پیش کیا ہے۔ دراصل مغرب کے مادر پدر آزاد لادین معاشرے کے عیاش مردوں نے عورت کو آزادی وحقوقِ نسواں کے نام پر اپنی معاشی تگ ودو سے نجات حاصل کر لی ہے اور ایک سازش کے ذریعے اسے گھر سے باہر نکال کر خود بیوی بچوں کی کفالت کی تمام تر ذمہ داریوں سے سبکدوش ہو چکے ہیں جس کے باعث مغربی عورت ایک طرف شمع محفل بننے یا گھریلو معاشی اخراجات پورے کرنے کی خاطر گھروں سے باہر دفاتر اور فیکٹریوں میں کام کرنے پر مجبور ہے اس مادر پدر آزاد معاشرے میں شادی کرنے اور بچے پالنے کا تصور بھی ان کے لئے جاں گسل ہے یہی وجہ ہے کہ وہ بوائے فرینڈ کے ساتھ آزادانہ زندگی گزارنے کی رسیا بن چکی ہے۔ عورت کی ضرورت سے بڑھ کر آزادی نے وہاں خاندانی نظام کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیا ہے اخلاقی بے راہ روی کا شکار معاشرے کے کچھ افراد اس بدبودار ماحول سے نجات کے لئے آواز اٹھاتے ہیں تو بے حیائی کے سیلاب میں ڈوبی اکثریت ان کی راہ میں بڑی شدت سے مزاحمت کرتی ہے۔ بقول علامہ اقبال

فسادِ قلب و نظر ہے فرنگ کی تہذیب
کہ روح اس مدنیت کی رہ سکی نہ عفیف

کیا ہم مغرب کی بے ضمیر سوسائٹی کی تقلید کریں گے جس کے افراد لباس سے عاری ہو کر سڑکوں پر جلوس نکالتے ہیں۔ ان کی گھٹیا حرکات کا تو ماتم ہی کیا جا سکتا ہے۔ قرآن مجید میں ایسے ہی لوگوں کے لئے سورۃ والتین میں خبردار کیا گیا ہے:

لَقَدُ خَلَقُنَا الۡاِنُسَانَ فِیُ اَحۡسَنِ تَقُوِیۡم ثُمَّ رَدَدُنَاہُ اَسۡفَلَ سَافِلِیۡن

''ہم نے انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیا پھر اسے الٹا پھیر کر سب نیچوں سے

سے نیچ کر دیا‘‘

اسلامی جمہوریہ پاکستان میں کچھ NGO's کی سرپرستی میں امسال خواتین کا عالمی دن جس طرح اپنے آپ کو مسلمان کہلوانے والی عورتوں نے بھی منایا اس پر تو پوری قوم حیران و ششدر اور انگشت بدنداں ہے چند مغرب زدہ عورتوں نے آزادئ نسواں کے نام پر سڑکوں پر جو نعرے لگائے مغرب کے بے ضمیر اور بے حیا معاشرے کے علاوہ دنیا بھر کی دیگر مہذب اقوام کی سنجیدہ خواتین تو اس کی مذمت کر رہی ہیں۔ ’’میرا جسم میری مرضی‘‘ اور ’’کبھی شادی نہ کروں گی‘‘، ’’میں مطلقہ ہو کر خوش ہوں‘‘ ایسے گھٹیا سلوگن ہماری عفت مآب مسلمان خواتین کو زیب نہیں دیتے۔ کراچی میں اس دن عورتوں سے اظہار یک جہتی کے لئے جلوس میں شامل ایک 70/75 سالہ بابے، بڈھے کھوسٹ نے تو انتہا کر دی جو نکاح ایسے مقدس بندھن کو بھی 1825ء کے انگریزوں کا کارنامہ قرار دے رہا تھا جسے اپنی عمر کا بھی لحاظ تک نہ تھا جو نکاح کے معاہدے کو یکسر ختم کرنے مطالبہ کر رہا تھا کیا یہ شخص مسلمان تھا؟ معلوم نہیں ہے کسی بے نکاحی جوڑے کی اولاد یہ (ILLEGAL CHILD) کون تھا یہاں کیوں کر لایا گیا اور اس نے یہ بکواس کس کے کہنے پر کی؟ اس کی تحقیقات ہونی چاہئیں کہ یہ کس کا ایجنڈہ ہے؟ نہ جانے یہ عناصر شرفِ انسانیت سے ہٹ کر ذلت کی گہری کھائیوں میں جا گرنے کے لئے کیوں بے تاب ہیں؟ میری پیاری مسلمان مائیں، بہنیں، بیٹیاں جوان مظاہروں میں شامل تھیں لگتا ہے کہ انھوں نے کبھی اسلامی و قرآنی تعلیمات کا مطالعہ ہی نہیں کیا اور انھیں اسلامی احکامات بارے کچھ بھی علم نہیں ہے۔ انھیں نیکی و بدی بارے قرآن سے رہنمائی کی اشد ضرورت ہے۔ قرآن مجید کی سورۃ تحریم آیت 10

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا وَّقِيْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِيْنَ

’’اللہ نے مثال بیان کی ہے کافروں کے لئے نوح کی بیوی اور لوط کی بیوی کی، وہ دونوں ہمارے دو بہت صالح بندوں کے عقد میں تھیں، تو انھوں نے ان سے خیانت کی تو وہ دونوں اللہ کے مقابل ان کے کچھ کام نہ آسکے، اور آخرت میں کہہ دیا

جائیگا کہ تم دونوں داخل ہو جاؤ آگ میں دوسرے داخل ہونے والوں کے ساتھ‘‘۔

اس کے ساتھ ہی آیت 11 میں مثال دی گئی ہے

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ اِذْقَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا وَ صَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهٖ وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ

’’اور اہل ایمان (خواتین) کے لئے اللہ نے مثال بیان کی ہے فرعون کی بیوی کی، جب اس نے کہا اے میرے پروردگار! تو میرے لئے بنادے اپنے پاس ایک گھر جنت میں، اور مجھے نجات دیدے فرعون سے بھی اور اس کے عمل سے بھی اور مجھے اس ظالم قوم سے (جلد از جلد) چھٹکارا دلا دے۔ اور عمران کی بیٹی مریم جس نے اپنی عصمت کی حفاظت کی، تو ہم نے اس میں اپنی روح میں سے پھونکا اس نے تصدیق کی اپنے رب کی تمام باتوں کی اور اس کی کتابوں کی، اور وہ بہت ہی فرمانبرداروں میں سے تھیں‘‘۔

مغربی معاشروں میں تو جنسی ہوس پرستی کا بازار گرم ہے وہاں گرل یا بوائے فرینڈ ایک معمولی بات سمجھی جاتی ہے اور کنواری ماں بننے کے روح فرسا واقعات عام سننے میں آتے ہیں۔ کسی کی عزت کے ساتھ کھیلنا ان کی تصاویر دوستوں میں شیئر کرنا وغیرہ ان باتوں کو اب صرف گپ شپ سمجھا جاتا ہے اور مرد عورت کی عزت کو بڑی آسانی سے پامال کر دیتا ہے۔ لڑکیوں کی ایسی تعلیم جس میں اس کی عزت و عصمت، وقار، شرافت سب کچھ کھو جائے اور صرف فیشن کے نئے نئے انداز پر زور یہ نیم عریاں لباس کی آزادی معاشرے کو کہاں تک لے جائے گی۔ عریانی و فحاشی پر مبنی پاکستانی ڈرامے بے راہ روی کو مزید ہموار کر رہے ہیں۔ موجودہ نوجوان نسل میں اخلاقی گراوٹ آخری حدوں کو چھو رہی ہے۔ آج کا مخلوط تعلیمی نظام بھی ہماری خاندانی تباہی کا پیش خیمہ ہے یونیورسٹیز میں بڑھتی ہوئی یورپی فضا کو قابو کرنا ناممکن ہو گیا ہے پاکستان میں چھوٹی کلاسز سے مخلوط تعلیم کا آغاز کر کے بچوں کی ذہن سازی کی جارہی ہے کہ ہم آزاد خیال لوگ ہیں۔ والدین اپنی اولاد کو

اعلیٰ تعلیم یافتہ بنانے کے لئے مخلوط تعلیمی ماحول میں کالجز یونیورسٹیز اور مغربی ممالک میں بھیج رہے ہیں مگر وہ نئی نسل اصل تعلیمی اہداف کے حصول کی بجائے بے شعور اور بے دین ہو رہی ہے انھیں حصولِ تعلیم کی آزادی دی گئی تاکہ اچھے انسان کے ساتھ ساتھ اچھے مسلمان بھی بن سکیں مگر انھوں نے اپنے آپ کو یورپی تہذیب کے سپرد کر دیا ہے۔ نئی نسل سے گزارش ہے کہ وہ گرل فرینڈ اور میرا جسم میری مرضی ایسے کلچر کو اپنانے سے اجتناب کریں۔ آج کسی کی بہو بیٹی آپ کی گرل فرینڈ تو کل آپ کی بہن، بیٹی بھی کسی کی گرل فرینڈ ہوگی۔ آئے روز بچوں سے جنسی تشدد کے شرمناک واقعات یہ سب اسلامی تعلیمات سے دانستہ انحراف اور دوری کا نتیجہ نہیں تو اور کیا ہے؟ ہم کہاں جارہے ہیں؟ ہماری منزل کیا ہے؟ والدین کو اولاد کی دینی تربیت کی اشد ضرورت ہے والدین ہی قصوروار ہیں جو اپنی اولاد کو خود جہنم کے گڑھے میں پھینکنا چاہتے ہیں۔

مغرب کی تقلید میں چند سال پہلے ہمارے ہاں حقوق نسواں بل کے نام سے ایک نیا قانون بنایا گیا ہے حالانکہ دین اسلام کے پیروکار مسلمانوں کو ایسے کسی بھی مغربی چربہ قانون کی قطعی طور پر ضرورت ہی نہیں تھی جس کی وجہ سے ہمارا خاندانی نظام تہ و بالا ہو جائے۔ میاں بیوی کے باہمی تنازعات اور گھریلو جھگڑوں کو خاندانی بزرگ اچھے انداز میں اپنے گھروں کے اندر ہی احسن طریقے سے حل کر سکتے ہیں نا کہ پولیس تھانوں اور کچہریوں میں یہ جھگڑے حل کئے جائیں جس سے پورے خاندان کی جگ ہنسائی ہو۔ اس وقت مغرب و امریکہ گناہوں کی دلدل میں دھنس چکا ہے جس سے نکلنے کے لئے ان کے پاس اس کے علاوہ کوئی راستہ نہیں ہے کہ وہ سچی توبہ کریں اور دین اسلام کے احکام کے مطابق زندگی بسر کریں۔ سابقہ مسلم لیگی حکومت کے دور میں پنجاب اسمبلی کے ممبران نے حکومتی دباؤ پر تحفظ حقوقِ نسواں بل پاس کر کے ربڑ اسٹمپ اسمبلی کا کردار نبھایا تھا جس پر انھیں سنجیدہ حلقوں کی طرف سے شدید تنقید کا سامنا کرنا پڑا تھا عوامی اور مذہبی جماعتوں کی سرکردہ شخصیات کی طرف سے شدید ردعمل دیکھنے کو ملا تھا موجودہ سنگین حالات اسی حقوق نسواں بل کا ہی تو نتیجہ ہیں کہ بنت حوا مغربی مادر پدر آزاد عورت ایسی آزادی کی طلبگار بن کر سامنے آئی ہے اس قانون کے نفاذ کے ابتدائی ایام میں ہی خانگی زندگی میں دراڑیں پڑ گئی تھیں سینکڑوں مرد و خواتین نے ہمیشہ کے لئے علیحدگی اختیار کر لی تھی اس طرح کئی گھرانے تباہ اور معصوم بچوں کا

مستقبل مخدوش ہوگیا تھا اس بل پر قرآن وسنت سے رہنمائی نہ لی گئی تھی اکثر علماء کرام نے حقوق نسواں بل کو خاندانی نظام تباہ کرنے کی سازش قرار دیتے ہوئے اسے ملک کو سیکولر سٹیٹ بنانے کی کوشش قرار دیا تھا۔ جماعت اسلامی کے امیر جناب سراج الحق نے کہا تھا کہ اس کالے قانون کے خاتمے کے لئے جدوجہد کریں گے مگر وہ بھی خاموش تماشائی بن کر رہ گئے جبکہ تحریک انصاف کے رہنما موجودہ وزیراعظم عمران خان نے کہا تھا کہ خیبر پختونخواہ میں خواتین کو شریعت اسلامی کے مطابق حقوق دلوائیں گے مغربی قوانین ہماری خواتین کو بااختیار نہیں بنا سکتے۔ مگر اب وہ وزیراعظم اسلامی جمہوریہ پاکستان ہیں اور ریاست مدینہ بنانے کے دعویدار خاموش نظر آتے ہیں۔

اس وقت آزادیٔ نسواں کے نام پر بے ہودگی کی انتہا کی جارہی ہے۔ عالمی یوم خواتین کے موقع پر چند خواتین کی حرکات اور بے حیائی پر مبنی نعرے ہماری اسلامی شناخت پر کاری ضرب کے مترادف ہے۔ ایسے واقعات کو فوری روکنے کی اشد ضرورت ہے۔ ہماری دینی جماعتیں کیوں خاموش ہیں؟ مختلف ٹی وی چینلز پر بیٹھ کر NGO's سے تعلق رکھنے والی مادر پدر آزاد سوسائٹی کی نمائندہ ایک ڈاکٹر صاحبہ اور اسی قبیل کی دیگر عورتوں نے آزادی کے نام پر مغربی عورت کی تقلید کا جو پروپیگنڈہ شروع کر رکھا ہے اس سے بے حیائی کو فروغ مل رہا ہے ایسے پروگرامز کی تو ہماری عفت مآب گھریلو مسلم خواتین شدید مذمت کر رہی ہیں۔ چند مغرب زدہ عورتیں ہمارے خاندانی نظام کو درہم برہم کرنے اور عریانی وفحاشی کے گندے ماحول کو عام کرنے کی سازشوں میں مصروف ہیں پاکستان کی مسلم خواتین کی اکثریت سادہ سہی مگر وہ راسخ العقیدہ مسلمان ہیں جو دین اسلام کے تحت حاصل شدہ حقوق سے پوری طرح مطمئن ہیں۔ ملکی سطح پر گنتی کی ان چند عورتوں کی جولادینیت کی علمبردار و پرچارہیں کی حرکات کی مذمت کی جارہی ہے۔ اللہ ان گمراہ عورتوں کو ہدایت دے۔ دینی جماعتوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ ایسے واقعات کا نوٹس لے کر حزب الشیطان کا راستہ روکیں۔

تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرے گی
جو شاخ نازک پہ آشیانہ بنے گا ناپائیدار ہو گا

مذہب کے کاروباری استعمال کی وبا

شذرات

(بشکریہ ماہنامہ رحیمیہ لاہور، فروری 2019ء)

دینِ اسلام اپنی جامع تعلیمات کے سبب انسانیت کے جملہ مسائل کا مکمل حل پیش کرتا ہے۔ اسلامی تاریخ کے دورِ عروج کے کامیاب معاشرے اس کی روشن اور زندہ مثال ہیں۔ جب تک مسلمان معاشروں کے سامنے اسلام کا اجتماعی نصب العین اور دین کا حقیقی نظریہ رہا ہے، اس وقت تک تو اجتماعی قومی مسائل اور ریاستی امور تک میں بھی اسلام ہی کے نظامِ فکر سے رہنمائی لی جاتی رہی ہے۔

جب نصب العین اور نظریہ آنکھوں سے اوجھل ہوا تو دورِ زوال میں جہاں ایک طرف علمائے حق کا طبقہ اپنا سب کچھ قربان کر کے دین کا نظام اور وقار بحال کرنے میں مصروف تھا، وہاں دوسری طرف دین کے نام پر کچھ مذہبی طبقے اپنے مفادات کا کھیل کھیلنے میں مصروف رہے۔ مؤخرالذکر طبقے کے اس گھناؤنے کردار کے سبب نہ صرف دین کو اجتماعی معاملات میں نظر انداز کرنے کا رویہ عام ہو گیا، بلکہ آج تو اس طبقے کے کردار کے سبب مذہب کے نام پر کاروبار نے ایک وبا کی شکل اختیار کر لی ہے۔

ایسے لوگ اپنی پروڈکٹس کے نام کے ساتھ مذہب اور مقدس مقامات کے نام استعمال کر کے لوگوں کے دینی جذبے کا استحصال کرتے ہیں، جیسے اسلامک بینکنگ، اسلامک شہد، مکہ کولا، طبِ اسلامی، علاوہ ازیں عمرہ و حج ٹریولنگ، عجوہ کھجور، حجامہ، جادو اور نظر بد کے لیے

دم درود اور استخارہ کرنے کے نام پر ایسے کاروبار عروج پر ہیں۔ ایسے ہی حج بدل کے نام پر ائمہ مساجد اور مذہبی طبقوں کی طرف سے مال دار طبقوں کی آخرت سنوارنے کے مکمل پیکیج دیے جاتے ہیں، حتیٰ کہ کچھ مقررہ معاوضے پر قضا نمازیں پڑھوانے تک کے اشتہارات شائع ہورہے ہیں۔

اس طرح گویا مذہب کا نام ایک مقبول ترین انڈسٹری (Industry) کے طور پر معاشرے میں متعارف کروایا جارہا ہے۔ ان سرگرمیوں کے جواز اور ترویج کے لیے احادیث اور قرآنی آیات کو اپنے من پسند معنی اور مفاہیم پہنائے جانے کا رُجحان بھی بڑھتا جارہا ہے۔ دینی فرائض اور ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کے بجائے مذہبی حلقوں میں فضائل اور ثواب اکٹھا کرنے کا مزاج ترویج پاتا جارہا ہے۔ معمولی معمولی عمل سے گناہوں کی معافی اور ثواب کی کثرت کا نظریہ فروغ دیا جارہا ہے۔ یہ ایک خاص مزاج ہے، جس کے دم قدم سے مذکورہ بالا سرگرمیوں کو افزائش کے باہم مواقع میسر آتے ہیں۔ گویا یوں دین کی چھتری تلے خالص دنیا سنوارنے کا اہتمام کرلیا گیا ہے۔

جب قوموں کے سامنے اجتماعی نصب العین اور دین کا حقیقی نظریہ نہ رہے تو چالاک لوگ قوم کی بے شعوری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مذہب کے نام پر ایسی سرگرمیاں مہنگے داموں بیچتے ہیں، مذہب کے نام پر مالی و مادی منفعت کے یہ دھندے ہمارے بدترین زوال کی علامت ہیں، جس سے دین کی اجتماعی فکر کو سنگین خطرات لاحق ہیں۔ دین سے مخلص طبقوں کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ ان خطرات کو محسوس کرتے ہوئے ان کے سدِ باب کی حکمتِ عملی وضع کریں اور معاشرے میں حقیقی دینی شعور پیدا کریں۔

محمد ﷺ مسکراتے تھے
رحمت للعالمین ﷺ بچوں کے لیے

شاعرہ: قدسیہ جبین
مرسلہ: ام عثمان

محمد ﷺ مسکراتے تھے
ہمیشہ مسکراتے تھے
وہ اتنے خوبصورت
صاف ستھرے
نکھرے نکھرے
پیارے پیارے تھے
کہ جب بھی، مسکراتے تھے
توان کے موتیوں سے دانت
جھلمل جھلملاتے تھے
محمد ﷺ مسکراتے تھے
ہمیشہ مسکراتے تھے

وہ کہتے تھے
کہ بچے پھول ہیں
جگنو ہیں، خوشبو ہیں
کبھی نہ مارتے ان کو
وہ نرمی اور محبت سے
سکھاتے تھے
دعا دیتے تھے اور
وہ جو کچھ سکھاتے تھے
وہ خود کر کے دکھاتے تھے
محمد ﷺ مسکراتے تھے
ہمیشہ مسکراتے تھے

گلی میں کھیلتے بچوں سے
خود جا کر، ملا کرتے
وہ ان سے کھیلتے تھے
گود میں لیتے
ہنساتے تھے
وہ ان کو گدگداتے تھے
کمر پر لاد کر اپنی
سواری بھی کراتے تھے
محمد ﷺ مسکراتے تھے
ہمیشہ مسکراتے تھے

وہ جب باہر سے آتے تھے
اونٹ پر ہوتے یا گھوڑے پر
تو اپنے راستے میں کھیلتے بچوں کے
خود ہی پاس جاتے تھے
وہ سب کو باری باری
اپنے گھوڑے پر بٹھاتے تھے
انہیں جھولا دلاتے تھے
وہ جب بھی دیکھتے
بچوں کے منہ اور ہاتھ میلے ہیں
تو ان کو گود میں لے کر
وہ ان کا منہ دھلاتے تھے
وہ ان کو چومتے تھے، اور
پاس اپنے بٹھاتے تھے
محمد ﷺ مسکراتے تھے
ہمیشہ مسکراتے تھے

ماہنامہ حِکمتِ بالغہ جھنگ کی خصوصی اشاعت (نومبر 2018ء)

وسائلِ رزق پر قبضہ

اور ___ ارتکازِ دولت کے شیطانی طریقے

بنی اسرائیل اور ___ یاجوج ماجوج کا گٹھ جوڑ

اور بچاؤ کا راستہ

پر اہلِ علم کے تأثرات (گزشتہ سے پیوستہ)

14 حافظ مختار احمد گوندل، سابق ڈپٹی لائبریرین پنجاب یونیورسٹی لاہور

خطۂ جھنگ کی خوش نصیبی ہے کہ دینی جرائد و رسائل میں قومی سطح پر پڑھا جانے والا مقبول جریدہ 'حکمت بالغہ' قرآن اکیڈمی جھنگ سے شائع ہو رہا ہے جس کے زیرِ تبصرہ ماہِ نومبر 2018ء کے خصوصی شمارہ سے کثیر تعداد میں قارئین فیض یاب ہوئے ہیں اور ہو رہے ہیں۔ یہ جریدہ اس دورِ پُرفتن میں انوارِ قرآنی کی ایسی قندیل ہے جس کی روشنی میں برادرم انجینئر مختار فاروقی جیسی صاحبِ بصیرت شخصیت عصرِ حاضر کی تمدنی گمراہیوں اور معاشی خیرہ کن مکاریوں سے اُمت کو بروقت آگاہ اور اسے شیطانی وساوس سے نکال کر رحمانی اُجالوں کی جانب سفر میں گامزن کر رہی ہے۔ یہ جریدہ اُمّت مسلمہ کے رواں دواں قافلۂ عزم و استقلال کے لیے نہ صرف ایک لائحۂ عمل فراہم کر رہا ہے بلکہ حُریّت وحمیّت سے لبریز جذبوں کو اُجاگر کرتے ہوئے اسے مستقبل کے دجالی فتنوں سے بچنے کی عملی راہیں بھی ہموار کر رہا ہے۔

یہ خصوصی شمارہ وسائل رزق پر قبضہ اور ارتکازِ دولت کے شیطانی حربوں سے اس لیے بھی خبردار کر رہا ہے کہ اگر اِس تباہی سے تحفظ کے عمل کی شروعات نہ ہوئیں، ترقی یافتہ ممالک کے گٹھ جوڑ سے بچاؤ کا راستہ اختیار نہ کیا، اپنے مطالعاتی ماحصل کو زیادہ سے زیادہ نشر نہ کیا یعنی اپنے حلقہ احباب اور اپنے اعزہ واقرباء میں اِس موضوع پر گفتگو کو زندہ نہ کیا، اِس حوالے سے باہمی

مکالمات کی ترتیب کو استوار نہ کیا تو عالمی صہیونی استعمار کی غلامی سے ہماری نجات ممکن نہ ہوگی اور ایمان واعمال، جان و مال، عزت وآبرو محفوظ نہ رہ سکے گی پھراس کے نتیجہ میں معاشرتی جرائم کی کثرت، اقتصادی پریشانیوں کے باعث نفسیاتی بیماریوں میں شدت، عائلی اِنحطاط کے باعث بدکاری و لواطت اور پھر ایڈز جیسی لاعلاج لعنت، ہوسِ زر کے باعث لوٹ کھسوٹ، کرپشن وبددیانتی اوراخلاقی و مالی آلودگی وغلاظت فزوں تر ہو جائیں گی۔ جبکہ اسلام ایک ایسا نظام معاش پیش کرتا ہے جو معاشرے میں Moral Values اور Commercial Values کو وہ حیثیت دیتا ہے جس سے فضلیت و برتری یا دولت مندی کی نمائش کو جلا نہیں ملتی اور جس سے معاشرے میں طبقاتی اِمتیاز اور ہوسِ زر کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ یہ قانون معاشرے کو فرعونیت وقارونیت سے محفوظ رکھتا ہے۔ یہ نظام معاش معاشرہ میں روز افزوں ہوسِ زر کا باعث نہیں بنتا، محکوم افراد کی محنت کا ثمر چھین کر اپنے پاس دولت کے انبار نہیں لگاتا۔

یہ خصوصی اشاعت 'اقوام مغرب کی وسائل رزق پر قبضہ مہم' کے بارے میں ان چشم کشا حقائق کا تجزیہ ہے اور تحریکی نوجوانوں کے لیے نعمت غیر مترقبہ ہے جو تلاطم خیز 'ملحمۃ الکبریٰ' کے لیے ہمہ وقت اپنے آپ کو مستعد، شریعت پر استقامت کی جدّ وجہد، دجّالی ایجنڈا سے باخبر اور اپنے ایمان کی بقا کی بھرپور مساعی کرتے رہتے ہیں۔

کسی معاشرہ میں وسائل رزق یا ذرائع معاش دراصل انسانی رگ و پے میں رواں خون کی مانند ہے جس طرح حیوانی جسم میں خون کی متوازن گردش زندگی اور صحت کا سبب ہوتی ہے اسی طرح وسائل زرق اور ذرائع معاش کی متوازن تقسیم انسانی معاشرہ کی زندگی وصحت کا ذریعہ ہوتی ہے۔ کسی بھی موقع پر وسائل رزق کا ارتکاز معاشرت کا گلا گھونٹ دینے کے مترادف ہے۔ اسلام امت مسلمہ کو جسد واحد کہتا ہے اور اس روانی خون میں مسلسل گردش کا حکم دیتا ہے اور ارتکاز سے منع کرتا ہے نیز صدقات وخیرات کا ایک لامتناہی سلسلہ اس کی مہمیز ہے۔ گردش دولت کے بارے ارشاد ربّانی ہے: کَیۡ لَایَکُوۡنَ دُوۡلَۃً بَیۡنَ الۡاَغۡنِیَآءِ مِنۡکُم (7:59) (یہ نظامِ تقسیم اس لئے ہے) تاکہ (سارا مال صرف) تمہارے مال داروں کے درمیان ہی نہ گردش کرتا رہے (بلکہ معاشرے کے تمام طبقات میں گردش کرے)

برادرم انجینئر مختار فاروقی صاحب اس شمارہ کے 'حرف آرزو' میں لکھتے ہیں: ''اس عالمی مغربی صہیونی نظام کے زمین بوس ہونے سے پہلے کسی خیر کی توقع فضول ہے۔ لہٰذا اس نظام کے ابطال اور دین حق کی برکات کو اُجاگر کرکے احقاق حق کا فریضہ ادا کرتے رہنا ہی حقیقی تقوی اور رضائے الٰہی کی راہ راست ہے۔'' یہی وجہ ہے کہ 'قرآن کے ساتھ چند لمحات' کے بعد باب اوّل کی ابتداء میں 'محکماتِ عالم قرآنی' کے عنوان سے مفکر پاکستان ڈاکٹر علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کا ترجمہ وتشریح ان ذیلی عناوین: خلافت آدم، حکومت الٰہی، ارض ملک خدا است، حکمت خیر کثیر است' کے ساتھ دیا گیا ہے۔

'خلق خدا کیا کہتی ہے؟' کے عنوان سے سات اردو اور تین انگریزی مضامین دیے گئے ہیں جو مدیر مسئول کے علاوہ 10 معروف محققین کی تحقیقی مساعی کا نتیجہ ہیں۔ پہلا مضمون نظام عدل اجتماعی نظام: رکاوٹیں اور ان کو دور کرنے کا طریقہ / ڈاکٹر اسرار احمد مرحوم کا ہے، جو دراصل ان کی تالیف 'حب رسول اور اس کے تقاضے' سے ماخوذ ہے۔ جس میں اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر زور دیتے ہوئے معیشت میں عدل اجتماعی یعنی اسلامی مساوات کا داعیہ اور پیغام ہے اور ہر انسان کو حق ہے کہ وہ اللہ تعالی کے عطا کردہ اسبابِ معیشت سے اپنی محنت و صلاحیت کے مطابق بھرپور فائدہ اٹھائے۔ اسلام کے عادلانہ اقتصادی نظام میں سود حرام اور اکتازِ دولت کے بالمقابل گردشِ دولت کا زکوٰۃ، وراثت اور صدقات کا ایک نظام ہے۔ دوسرا عنوان 'مغربی اقوام (یورپ وامریکہ) کے ایوان مشاورت، ابلیس کی مجلس شوریٰ' ہے، یہ سید ابوالحسن علی ندوی مرحوم کی کتاب نقوش اقبال سے ماخوذ ہے۔ علامہ محمد اقبال کی ارمغانِ حجاز کی مشہور ومعروف طویل نظم 'ابلیس کی مجلس شوریٰ' 1936ء میں لکھی گئی، جس کی فاضلانہ توضیح سید ابوالحسن علی ندوی نے فرمائی ہے۔ اس باب کے دیگر مضامین میں شرم وحیا، عفت و پاک دامنی ایسی صفاتِ جمیلہ جن کا جدید تہذیب میں فقدان نظر آتا ہے، کا تذکرہ ہے اور بے حیائی وعریانی سے نکل کر حیا کے دامن کو تھام لینے کا درس ہے۔ 'سودی نظام اور اس کی تباہ کاریاں' مضمون سے واضح ہوتا ہے کہ آزادی کے وقت پاکستان پر کوئی قرض نہیں تھا لیکن سودی نظام قوموں کو مقروض بنا دیتا ہے اس لئے کہ سودی نظام استحصالی نظام ہے۔ بقول علامہ اقبال

ت ، حف

کے

اس باب کے مضامین میں حقیقت آشک

دولت کا ارتکاز یا عفریت طرح

حضرت علامہ اقبال دیتے ہو تے ہیں

اے بہ تقلیدش اسیر شو دامن

''اے آدم زاد! تم مغرب کی تقل سے علیحدہ ہو جاؤ تم فر

سے) تھام لو اور (حقیقی) آزادی

ان مضامین میں کرنسی پٹو کرنسی ای بینکنگ زیر بحث لائی گئی ہے

بینکاری کے آن لائن بینکاری، موبائل بینک ، ورچوئل بینکاری وغیرہ مختلف نام ہیں اس

ATM، ڈیبٹ اور کریڈٹ کارڈ رہ شامل ۔فوائد کے ساتھ ساتھ اس کی بہت سی خامیوں کی

امین میں کی گ ۔ جہا کرپٹو کرنسی کا تعلق ہے تو اس کا استعمال ایسے

نا معلوم انداز سے متیں نگرانی نہیں کرسکتیں، یہ کالے دھن کو سفید کرنے کا

یہ بن رہی ہیں اس

[illegible] رہا

[illegible] چال [illegible] آ [illegible] سے [illegible]

[illegible] 1920 [illegible] میں [illegible] اور 4 [illegible] 194[illegible] [illegible] متحدہ

[illegible] مالک پر بڑی طاقتوں کے فیصلے مسلط کرتا تھا [illegible] پری دار [illegible]

[illegible] معیشت [illegible] کے لئے آ [illegible] فیف [illegible] ورلڈ بینک [illegible]

عارف کتب

تبصرہ نگار: حافظ مختا احمد گوند

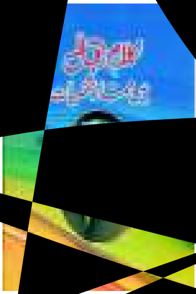

کلامِ اقبال ممتا ... بات

تالیف:

زیرِ تبصرہ تصنیف ... کلامِ اقبال ... شخصیات کا

... مسلم ... غیر ...

... عظیم ... سے ... یادہ ... جا ... عظیم لوگ ...

ہیں اور ان ... کے لیے ... ہیں ... تص ... ن ... میں ...

... ہی نہیں بلکہ ... شخصیات ... محققینِ اقبالیات ... لیے

... کی ... میں ...

... اور ... میں نہا

تحقیق ... ساتھ یہ معلومات دی ہیں، ... تصنیف ...

... ہر نایاب ... خلفائے راشدین و صحابہ کرام رضی ... اولیاء کرام ...

... حکمران، سائنس دان اور ... مغربی مفکرین، مؤرخین، ...

... متفرق شخصیات اور اختتامی عنوان ڈاکٹر ہارون الرشید تبسم کا ...

... اور تعلیمی و عوامی کتب خانوں کی ... ت ہے۔

2

تحریک پاکستان میں علماء و مشائخ کا کردار

تالیف: محمد صادق قصوری

ناشر: تحریک پاکستان ورکرز ٹرسٹ

زیر تبصرہ تصنیف میں ہماری ملّی تاریخ کا ایک زریں باب، تحریک پاکستان کے 57 جلیل القدر علماء کرام اور 49 مشائخ عظام کی خدمات اور کارناموں کا تذکرہ ہے۔ تقسیم سے پہلے ہندوستان میں ہندو، مسلمانوں اور دیگر اقوام سے مل کر رہتے تھے گو ان کی بود و باش، تہذیب و عبادات اور طرز فکر و نظر باہم متصادم تھے لیکن جب برطانوی استعمار کے جانے کے بعد ان کے مل کر رہنے کے امکانات ناپید ہو گئے تو یہ صورتحال مشائخ عظام اور علماء کرام کے لیے ایک لمحہ فکریہ تھی۔ کیونکہ وہ جان چکے تھے کہ اب مسلمانوں کا اسلامی تشخص ایک علیحدہ اسلامی ریاست کی تشکیل میں ہی محفوظ ہے انہیں تحریک پاکستان کی تہہ میں کارفرما حکمت الٰہی کا ادراک اپنی بصیرتوں سے ہو چکا تھا پھر قائداعظم محمد علی جناح کی قیادت میں 22 مارچ 1940ء میں عملی طور پر حصول پاکستان اور جہد آزادی کی تحریک کا آغاز ہوا۔

علماء اور مشائخ نے 1857ء میں بھی حصول آزادی کا ایک زریں باب رقم کیا تھا۔ اسی بنا پر 1944ء میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں قائداعظم نے فرمایا تھا: ''پاکستان اسی دن وجود میں آ گیا تھا جب ہندوستان میں پہلا ہندو مسلمان ہوا تھا۔'' علامہ اقبال کی فکری رہنمائی تحریک پاکستان کے اس قافلہ حریت کی پاسدار اور منزل مقصود تک پہنچانے میں مشعل راہ رہی ہے۔ تاہم مصنف نے تحریک آزادی میں صرف انہی علماء و مشائخ کا تذکرہ کیا ہے، جن سے انہیں بھرپور عقیدت ہے۔ ظاہر ہے وعظ و ارشاد، درس و تدریس اور احسان و سلوک میں ان یکتائے روزگار شخصیات کے احوال و آثار کے تذکروں میں مساعی جمیلہ اور محنت شاقہ انہی گہری عقیدتوں و محبتوں کا ہی ماحصل ہوا کرتا ہے۔ جو قابل صد لائق تحسین ہے۔ زیر تبصرہ تصنیف ایک تاریخی دستاویز کا درجہ بھی رکھتی ہے۔ سنٹرز فار پاکستان سٹڈیز، اور خزائن الکتب پاکستان میں ایک نادر اضافہ اور دینی کتب خانوں کی ناگزیر ضرورت ہے۔

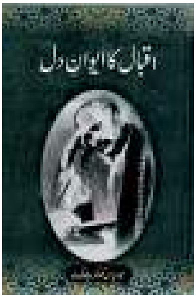

3 اقبال کا ایوانِ دل

تالیف: محمد الیاس کھوکھر ایڈووکیٹ

ناشر: نگارشات پبلشرز، 24۔مزنگ روڈ، لاہور

زیر تبصرہ کتاب تفہیم اقبالیات پر ایک جامع تصنیف ہے جس میں کیفیات و واردات قلبی اور افکار و نظریاتِ اقبال کی توضیح و تشریح جامع انداز میں کی گئی ہے۔ اقبال ایسی عبقری شخصیات صدیوں میں پیدا ہوا کرتی ہیں جیسا کہ احادیث مبارکہ میں بھی تجدید و احیائے دین کا کام کرنے والی ایسی ہستیوں کی نوید ملتی ہے جو رہنمائی واصلاح کا فریضہ انجام دیتی ہیں، امت کو مصائب کے بھنور سے نکلنے کی تدابیر اختیار کرنے کی تلقین کرتی ہیں اور پھر زندہ اقوام انہی اکابر و اسلاف کی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر تجدید عہد وفا کیا کرتی ہیں۔ دورِ حاضر میں فکر اقبال کے ترجمان، نمایاں مقام کے حامل اقبال شناس صاحب تصنیف بھی بمصداق

ے مجھ کو بھی تمنا ہے کہ اقبال کو دیکھوں
کی اس کی جدائی میں بہت اشک فشانی

کی عملی تفسیر اور ان کا یہ مجموعہ مضامین علامہ اقبال کو مؤثر انداز میں سمجھنے کا ذریعہ ہے۔ اسی سلسلہ مروارید کی ایک کڑی برادرم انجینئر مختار حسین فاروقی کا وہ تحسین آمیز مکتوب جو انہیں ارسال کیا جا چکا ہے، کا اقتباس درج ذیل ہے: ''مصنف کی طرح اگر قارئین کرام بھی اپنے دل کی کوئی منزل (STOREY) خالی رکھ کر 'اقبال کا ایوان دل' اور کلام اقبال پڑھیں گے تو یقیناً خدا شناسی کا جذبہ پیدا ہوگا۔ خدا کے کلام، قرآن مجید سے دلی لگاؤ پیدا ہوگا اور قرآنِ مجسم حضرت محمد ﷺ سے والہانہ محبت اور عشق پیدا ہوگا۔ نتیجتاً امت محمد ﷺ کا درد پیدا ہوگا اور کلا اقبال سے رغبت پیدا ہوگی، (یہ بات کوئی مبالغہ نہیں ہے کہ مولانا روم کی طرح 'مثنوی' کی علامہ اقبال کا فارسی کلام بھی ہست قرآن در زبان پہلوی ہے) پھر امت مسلمہ کی بہتری کے لیے کام کا جذبہ بیدار ہوگا۔''

18 ابواب اور 544 صفحات پر مشتمل یہ مجموعہ تشنگان اقبالیات کے لیے ایک ادبی تحفہ اور کتب خانوں کی ناگزیر ضرورت ہے۔ قیمت: Rs.1000

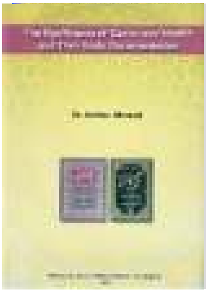

4 The Significance of Sunna and Hadith and their Early Documentation

انگریزی ترجمہ: دلائل التوثيق المبكر للسنة والحديث

تصنیف: ڈاکٹر امتیاز احمد

ناشر: BCC&T Press University of Karachi

زیر تبصرہ تصنیف Prof.William Montgomery Watt کی زیر نگرانی ڈاکٹریٹ کا تحقیقی مقالہ ہے جسے دو حصوں شائع کیا گیا ہے: پہلا حصہ دو ابواب 1: The Semantics of Sunna 2. The Semantics of Hadith اور دوسرا حصہ تین ابواب 3.The Tradition of writing Hadith 4. The Theory of Late Recording of Hadith 5.The Early Records پر مشتمل ہے، اب مطبوعہ صورت میں تدوین حدیث اوراس کی تاریخ برائے مطالعہ اہل علم ودانش کے لیے موجود ہے۔

جمع وتدوین، ترتیب وتاریخ اور حفظ وروایت حدیث ایسے اہم موضوع پر نادر تحقیق اور گولڈزیہر، میکڈونالڈ اور رابس وغیرہ ایسے مستشرقین کی ان غلط فہمیوں کہ احادیث رسول ﷺ کی تدوین ایک صدی بعد ہوئی، کا مدلل انداز میں جواب ہے۔ تدوین حدیث کا پہلا مرحلہ تو عہد نبوی ﷺ، دورِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہے۔ تابعین عظام رحمہم اللہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے انہی مسموعہ احادیث، مرویات، مکتوبات اور مسودات کو مرتب و مدوّن فرمایا۔ اور رسول اکرم ﷺ کے دعوتی اور فقہی مکتوب، آپ ﷺ کے بادشاہوں، حکمرانوں، قبائلی سرداروں، اپنے عمال اور قاضیوں کو خطوط، تحریری معاہدے وغیرہ عہد نبوی ﷺ کا کثیر سرمایہ ہے۔ جن کا صاحب مقالہ نے تفصیلاً ذکر فرمایا ہے۔ اگرچہ ڈاکٹر مصطفیٰ اعظمی صاحب نے بھی مشہور مستشرق آربری کی زیر نگرانی پی ایچ ڈی کا مقالہ حدیث پر ہی تحریر فرمایا، اوراس میں انہوں نے پچاس سے زائد صحابہ کرامؓ اور ڈیڑھ سو سے زائد تابعین عظام کے MANUSCRIPTS کے ثبوت فراہم کیے، تاہم کتاب کے آخر پر دیے گئے تقریباً ڈیڑھ ہزار حوالہ جات اور پانچ سو کے قریب مصادر ومراجع سے مزین منفرد تحقیقی کتاب دانش جویان کی ناگزیر ضرورت اور دینی وجامعاتی کتب خانوں کی زینت ہے۔

یومِ اقبال 21 ر اپریل 2019ء کے موقع پر قرآن آڈیٹوریم جھنگ میں منعقد ہونے والے سیمینار کے موقع پر ایک خصوصی تحریر

انجینئر مختار فاروقی

الحمدللہ کہ قرآن آڈیٹوریم جھنگ میں یومِ اقبال (21 ر اپریل 2019ء) کے موقع پر عالم اسلام کے ایک گمبھیر اور زندہ مسئلہ کے موضوع پر سیمینار منعقد ہو رہا ہے۔ یہ مسئلہ ایسا سادہ اور آسان نہیں ہے بلکہ اس مسئلہ کو اُمت کے بہی خواہوں اور دانشوروں کی طرف سے مسلسل خونِ جگر سے آبیاری کی ضرورت ہے۔

ذیل میں ترتیب سے چند نکات دیے گئے ہیں جو اُمت کے ذہین عناصر اور بہی خواہوں کو ہر دم پیش نظر رکھنے کی ضرورت ہے تا کہ اس حوالے سے قدم آگے بڑھائے جا سکیں۔

علامہ اقبال نے اپنے فارسی کلام میں خلافت کے موضوع پر اظہارِ خیال فرمایا ہے۔

علامہ اقبال کے نزدیک اس تصورِ خلافت کو سلطنت عثمانیہ یا عثمانی خلافت کے زوال (28 رجب 1342ھ بمطابق 3 مارچ 1924ء) سے منتھی نہیں کرنا چاہیے۔

علامہ اقبال کے نزدیک محکماتِ قرآنیہ میں سے توحید، حکومت الٰہی اور خلافت آدم کا تصور ہے اس کے لیے حکمت قرآنی کا دامن تھامنا ضروری ہے اور مغربی خدا بیزار اور بے خدا علم اور سائنس سے پیچھا چھڑانا ضروری ہے۔

علامہ اقبال نے آدم علیہ السلام کی خلافت کا تذکرہ فرمایا ہے گویا انسان کا حقیقی اور اعلیٰ مقام — عبدیت کے ساتھ احکامِ الٰہی (عدلِ اجتماعی) کی تنفیذ ہے۔ اسی لیے حضرت داؤد علیہ السلام

جو40 سال تک بادشاہ رہے، انہیں خلیفہ کہا گیا۔

◐ علامہ اقبال اپنے تصورِ خلافت کے لیے حدیث سے استدلال فرماتے ہیں۔ اس حدیث کا متن یوں ہے:

تَكُونُ النُّبُوَّةُ فِيكُمْ مَاشَاءَ اللّٰهُ اَنْ تَكُونَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا اللّٰهُ اِذَا شَاءَ اَنْ يَرْفَعَهَا، ثُمَّ تَكُونُ خِلَافَةٌ عَلٰى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ فَتَكُونُ مَاشَاءَ اللّٰهُ اَنْ تَكُونَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا اِذَا شَاءَ اَنْ يَّرْفَعَهَا، ثُمَّ تَكُونُ مُلْكًا عَاضًّا فَتَكُونُ مَاشَاءَ اللّٰهُ اَنْ تَكُونَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا اِذَا شَاءَ اَنْ يَرْفَعَهَا، ثُمَّ تَكُونُ مُلْكًا جَبْرِيًّا فَتَكُونُ مَاشَاءَ اللّٰهُ اَنْ تَكُونَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا اِذَا شَاءَ اَنْ يَّرْفَعَهَا، ثُمَّ تَكُونُ خِلَافَةٌ عَلٰى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ ثُمَّ سَكَتَ (احمد عن النعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ)

”تمہارے اندر عہد نبوت جب تک اللہ چاہے گا موجود رہے گا پھر جب اللہ اسے ختم کرنا چاہے گا تو اس (عہد نبوت) کو ختم کردے گا، اس کے بعد خلافت علیٰ منہاج النبوۃ قائم ہوگی جو قائم رہے گی جب تک اللہ چاہے گا پھر جب اللہ اسے ختم کرنا چاہے گا تو اسے ختم کردے گا پھر (اس کی جگہ) کاٹ کھانے والی بادشاہت قائم ہوگی جو جب تک اللہ چاہے گا برقرار رہے گی پھر اسے بھی جب اللہ ختم کرنا چاہے گا تو ختم کردے گا پھر جابرانہ ملوکیت کا دور ہوگا جو جب تک اللہ چاہے گا باقی رہے گا پھر اللہ جب اسے بھی ختم کرنا چاہے گا تو ختم کردے گا پھر خلافت علیٰ منہاج النبوۃ (دوبارہ) قائم ہوگی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہوگئے۔

◐ علامہ اقبال نے اپنے مشہور لیکچر میں اسی تصور کو نمایاں کیا ہے کہ حاکمیّت اللہ کی ہے، اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ SOVEREIGNTY BELONGS TO ALLAH جبکہ VICEGERENCY یعنی خلافت انسان کے لیے ہے۔

◐ اسی حدیث سے استدلال کرتے ہوئے علامہ اقبال نے فرمایا کہ خلافت کے بعد کچھ عرصے میں حکومتی سطح پر ملوکیت آ گئی ”مُلْكًا عَاضًّا“ جو تقریباً بارہ صدیوں پر پھیلی ہوئی ہے اس کے بعد غلامی کا دور ”مُلْكًا جبرِيًّا“ آ گیا، مسلمان یورپی اقوام کے غلام بن گئے، عین دورِ غلامی

کے وسط میں علامہ اقبال نے دورِ غلامی کے بعد آنے والے تاریخ انسانی کے حسین مستقبل یعنی دوبارہ دورِ خلافت ــــ (جسے عرفِ عام میں اسلام کی نشأۃِ ثانیہ کا نام دیا گیا ہے) کی نوید سنائی ہے۔ 1913ء کے جوابِ شکوہ میں:

ؔ وقت فرصت ہے کہاں، کام ابھی باقی ہے
نورِ توحید کا اِتمام ابھی باقی ہے

ؔ عقل ہے تیری سپر، عشق ہے شمشیر تری
مرے درویش! خلافت ہے جہانگیر تری

ؔ کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

◐ علامہ اقبال نے اپنے لیکچرز میں اسی عالمی خلافت کے قیام کے لیے ایک ROADMAP دیا اور اسی کے مطابق 1930ء میں خطبہ اِلٰہ آباد میں پاکستان کے قیام کی تجویز دی کہ: اسلام کے نظامِ عدلِ اجتماعی میں دورِ ملوکیت پر (مُلکًا عاضًا اور مُلکًا جبریًّا کے دور میں) جو پردے پڑ گئے تھے، اگر برطانوی ہند کے شمالی مغربی حصے میں اسلامی حکومت قائم ہوگئی تو ہم دورِ ملوکیت کے ان اثرات کو ہٹا کر دوبارہ خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کا دور لے آئیں گے۔

◐ یہ بات حدیث پاک کی ہے اور تقدیر مبرم ہے۔ علامہ اقبال نے اس کے لیے DESTINY کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔ اس حدیث کے مطابق پہلے کسی ایک ملک میں (غالبًا پاکستان میں) اور بعد ازاں عالمی سطح پر خلافت کے قیام کے خاکے اور BLUE PRINT کو اقبال کا تصورِ خلافت کہا گیا ہے۔

◐ اسی تصور کے تحت قیامِ پاکستان تجویز ہوا اور قائد اعظم علیہ الرحمہ کی زیر قیادت جنوبی ایشیا کے مسلمانوں نے اس مقدس خواب کی تعبیر رقم کر کے مخالف حالات کے باوصف پاکستان کا قیام ممکن بنا دیا۔

◐ علامہ اقبال کے تصورِ خلافت کے مطابق اب پاکستان کے موجودہ حالات کو عصر حاضر کے تقاضوں کے مطابق VICEGERENCY میں بدلنا آج کا تقاضا ہے اس میں اہل دین اور

رجالِ دین کو حدیث پاک کی روشنی میں قابل عمل تجاویز کے ساتھ آگے آنا چاہیے۔

- علامہ اقبال کے تصورِ خلافت میں اب یہ نظامِ خلافت، شخصی، موروثی اور خاندانی نہیں ہوگا بلکہ عوامی یعنی REPUBLICAN ہوگا مسلمانوں کے تصورات اور عصر حاضر کے سوشل، اکنامک اور پولیٹیکل تقاضوں اور معیارات کے مطابق ہوگا۔ اب اس میں جنوبی ایشیا کے مسلمان ہراول دستہ ہوں گے۔
- علامہ اقبال کے تصور خلافت کے مطابق اب رجالِ دین (علماء قرآن و حدیث) کو عصری علوم حاصل کر کے ایک شورائی فورم (مجلس شوریٰ یا اسمبلی یا قانون ساز ادارہ) میں آنا چاہیے تا کہ اسلام کی تعلیمات کے مطابق قانون سازی ہوسکے۔ اب انفرادی فتویٰ نویسی کا دور نہیں بلکہ عملاً قانون ساز ادارے میں آکر ملک کے اسلامی تعلیمات کے عصری تقاضوں کے مطابق قانون سازی کرنے کا ہے۔
- اس مقصد کے لیے قیام نظام خلافت کے لیے مجوّزہ شورائی اور قانون ساز فورم کے لیے ممبران کی تعلیمی لیاقت کو L.L.M یا قانونِ اسلامی اور LEGISLATURE میں Ph.D تک اونچا کیا جاسکتا ہے۔ (اسی طرح ووٹر کے معیار کو بھی نظر ثانی کر کے B.A اور شادی شدہ ہونے کے ساتھ مشروط کیا جاسکتا ہے*) تا کہ ملک میں مغربی تہذیب TRENDS کے برعکس حصولِ علم اور متأہّل زندگی گزارنے کا مثبت TREND پروان چڑھے اور گناہوں سے پاک معاشرہ وجود میں آئے جس کو مزید قانون سازی کے ذریعے ایک روحانی، مثالی اور مصطفائی (صلی اللہ علیہ وسلم) معیار تک اٹھایا جاسکے۔
- یہ کام شُدنی اور اٹل ہے علماء کرام اور مسلم دانشور طبقہ کو کمر کس کر آگے بڑھنا چاہیے اور علامہ اقبال کے ROAD MAP کے مطابق قیام پاکستان کے خاکے میں رنگ بھرنے چاہئیں۔
- علامہ اقبال کے دیے گئے ROAD MAP کے مطابق 1930ء کے بعد پہلے پاکستان 1947ء میں آزاد ہوا اور اب تک 60 کے قریب مسلمان ممالک آزاد ہیں اور مغربی صہیونی استعمار کے منحوس اثرات کے چنگل سے نکلنے کی جنگ لڑ رہے ہیں۔ یہ وقت اُمت کے

---

* مسلمانوں کے لٹریچر میں غیر شادی شدہ مسلمان کو ذہنی پختگی کے اعتبار سے 'نصف رجل' کہا جاتا ہے۔

بہی خواہوں، قرآن وحدیث کے متوالوں، حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے عاشقوں اور نظامِ خلافت کے شیدائیوں کیلئے آگے بڑھنے اور کام کا وقت ہے۔ صرف باتوں سے نہیں مفکّرِ پاکستان حکیم الامت علامہ اقبال کی نظری فکری رہنمائی کے ROAD MAP کے مطابق آگے بڑھانا ضروری ہے۔

● علامہ اقبال اپنے خطبات میں اپنی ساری تجاویز کو حتمی اور حرفِ آخر نہیں سمجھتے تاہم ان کی روشنی میں آج کے تقاضوں کے مطابق غور کر کے خلافت علیٰ منہاج النبّوۃ کا نظام عملاً قائم کر دینا اصل مقصود ہے تا کہ انسانیت سیّدنا محمد ﷺ کی رحمتہ للعالمینی کی ٹھنڈی چھاؤں میں خدا شناسی اور خود شناسی کے جذبات کو پروان چڑھا کر دنیا و آخرت میں کامیاب ہو سکے۔ یہ جدوجہد آج ہر مسلمان پر قرض اور فرض ہے۔ بقول اقبال

اے کہ می نازی بہ قرآنِ عظیم — تا کجا در حجرہ ہا باشی مقیم
در جہاں اسرارِ دیں را فاش کن — نکتہ شرعِ مبیں را فاش کن
کس نہ گردد در جہاں محتاجِ کس — نکتۂ شرعِ مبیں ایں است و بس

بقیہ از — حکمت اقبال پر ایک عمومی نظر

لہٰذا یہی فلسفہ ہے جو آگے چل کر پوری نوعِ انسانی کا فلسفہ بننے والا ہے۔ قدرت کی عادت ہے کہ جب انسانوں کی قدرتی بدنی یا روحانی ضروریات کی تشفی میں کوئی شدید رکاوٹ پیدا ہو جاتی ہے تو وہ اپنی مہربانی سے اس رکاوٹ کو دور کرنے اور از سرِ نو انسانوں کی بدنی اور روحانی پرورش کے لوازمات مہیا کرنے کے لیے ایک معجزانہ قدم اٹھاتی ہے اسی عادت کی وجہ سے جسم حیوانی مرض کے خلاف ردّ عمل کر کے صحت مند ہوتا ہے اور اسی کی وجہ سے ایسا ہوتا ہے کہ جب غلط نظریات اور تصورات اشاعت پذیر ہو کر عالم انسانی کو غلط راہوں پر لیے جا رہے ہیں تو اس میں ایسے داناؤں، مفکروں اور راہنماؤں کا ظہور ہوتا ہے جو ان غلط تصورات کا اِبطال کر کے انسانیت کو زندگی کے صحیح راستوں پر واپس لاتے ہیں۔ (جاری ہے)

ترجمہ

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ماہِ شعبان کی آخری تاریخ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو ایک خطبہ دیا اور اس میں فرمایا: اے لوگو! تم پر ایک عظمت والا اور برکت والا مہینہ سایہ افگن ہو رہا ہے، اس مبارک مہینے کی ایک رات (شبِ قدر) ایسی ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اس مہینے کے روزے اللہ تعالیٰ نے فرض کیے ہیں اور اس کی راتوں میں بارگاہِ خداوندی میں کھڑے ہونے (یعنی تراویح پڑھنے) کو نفل عبادت مقرر کیا ہے۔ جو شخص اس مہینے میں اللہ کی رضا اور قرب حاصل کرنے کے لئے کوئی غیر فرض عبادت (یعنی سنت یا نفل) ادا کرے گا تو اس کو دوسرے زمانے کے فرضوں کے برابر اس کا ثواب ملے گا۔ اور اس مہینے میں فرض ادا کرنے کا ثواب دوسرے زمانے کے ستر فرضوں کے برابر ہے۔ یہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا بدلہ جنت ہے۔ یہ ہمدردی اور غمخواری کا مہینہ ہے اور یہی وہ مہینہ ہے جس میں مؤمن بندوں کے رزق میں اضافہ کیا جاتا ہے۔ جس نے اس مہینے میں کسی روزے دار کو (اللہ کی رضا اور ثواب حاصل کرنے کے لیے) افطار کرایا تو اس کے لیے گناہوں کی مغفرت اور آتشِ دوزخ سے آزادی کا ذریعہ ہوگا اور اس کو روزے دار کے برابر ثواب دیا جائے گا بغیر اس کے کہ روزے دار کے ثواب میں کوئی کمی کی جائے۔ ہم نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! ہم میں سے ہر ایک کو تو افطار کرانے کا سامان میسر نہیں ہوتا (تو کیا غرباء اس عظیم ثواب سے محروم رہیں گے؟) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ یہ ثواب اس شخص کو بھی دے گا جو دودھ کی لسی پر یا پانی کے ایک گھونٹ پر کسی روزے دار کا روزہ افطار کرا دے۔ اور جو کوئی کسی روزے دار کو پورا کھانا کھلا دے اس کو اللہ تعالیٰ میرے حوض (یعنی کوثر) سے ایسا سیراب کرے گا جس کے بعد اس کو کبھی پیاس نہیں لگے گی یہاں تک کہ جنت میں پہنچ جائے۔ اور اس ماہِ مبارک کا ابتدائی حصہ رحمت ہے اور درمیانی حصہ مغفرت ہے اور آخری حصہ دوزخ کی آگ سے آزادی ہے اور جو آدمی اس مہینے میں اپنے غلام و خادم کے کام میں تخفیف کر دے گا اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرما دے گا اور اس کو دوزخ سے رہائی اور آزادی دے گا۔

رمضان کی آمد پر

رسول اللہ ﷺ کا ایک

خطبہ

عَنْ سَلْمَانَ الْفَارِسِیّ رضی اللہ عنہ، قَالَ: خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اٰخِرَ یَوْمٍ مِّنْ شَعْبَانَ فَقَالَ: یَا اَیُّھَا النَّاسُ! قَدْ اَظَلَّکُمْ شَھْرٌ عَظِیْمٌ، شَھْرٌ مُّبَارَکٌ، شَھْرٌ فِیْہِ لَیْلَۃٌ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَھْرٍ، جَعَلَ اللّٰہُ صِیَامَہٗ فَرِیْضَۃً وَ قِیَامَ لَیْلِہٖ تَطَوُّعاً، مَنْ تَقَرَّبَ فِیْہِ بِخَصْلَۃٍ مِنَ الْخَیْرِ کَانَ کَمَنْ اَدّٰی فَرِیْضَۃً فِیْمَا سِوَاہُ، وَ مَنْ اَدّٰی فَرِیْضَۃً فِیْہِ کَانَ کَمَنْ اَدّٰی سَبْعِیْنَ فَرِیْضَۃً فِیْمَا سِوَاہُ، وَ ھُوَ شَھْرُ الصَّبْرِ وَالصَّبْرُ ثَوَابُہُ الْجَنَّۃُ، وَشَھْرُ الْمُوَاسَاۃِ، وَشَھْرٌ یُزَادُ فِیْہِ رِزْقُ الْمُؤْمِنِ، مَنْ فَطَّرَ فِیْہِ صَائِمًا کَانَ لَہٗ مَغْفِرَۃً لِّذُنُوْبِہٖ وَعِتْقَ رَقَبَتِہٖ مِنَ النَّارِ وَکَانَ لَہٗ مِثْلُ اَجْرِہٖ مِنْ غَیْرِ اَنْ یُنْقَصَ مِنْ اَجْرِہٖ شَیْءٌ۔ قُلْنَا: یَارَسُوْلَ اللّٰہ، لَیْسَ کُلُّنَا یَجِدُ مَا یُفَطِّرُ بِہٖ الصَّائِمَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: یُعْطِی اللّٰہُ ھٰذَا الثَّوَابَ مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا عَلٰی مَذْقَۃِ لَبَنٍ اَوْ شَرْبَۃٍ مِنْ مَاءٍ، وَ مَنْ اَشْبَعَ صَائِمًا سَقَاہُ اللّٰہُ مِنْ حَوْضِیْ شَرْبَۃً لَا یَظْمَأُ حَتّٰی یَدْخُلَ الْجَنَّۃَ وَ ھُوَ شَھْرٌ اَوَّلُہٗ رَحْمَۃٌ وَ اَوْسَطُہٗ مَغْفِرَۃٌ وَاٰخِرُہٗ عِتْقٌ مِّنَ النَّارِ وَ مَنْ خَفَّفَ عَنْ مَمْلُوْکِہٖ فِیْہِ غَفَرَ اللّٰہُ لَہٗ وَاَعْتَقَہٗ مِنَ النَّارِ (رواہ البیھقی فی شعب الایمان)

ان شاءاللہ

مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوُر

25 روزہ | قرآن فہمی کورس | کل وقتی

پھر سوئے حرم لے چل

جس میں ترجیحاً انٹرمیڈیٹ تعلیم کے حامل طلباء، کاروباری و ملازمت پیشہ اور بے روزگار حضرات شریک ہو سکتے ہیں تا کہ قرآن مجید کے ساتھ ساتھ دیگر دینی علوم سیکھ کر عملی زندگی میں باعمل مسلمان کی زندگی بسر کر سکیں۔

جون | جولائی | اگست 2019

اپنی فرصت کے مطابق بذریعہ فون یا ای میل نام رجسٹر کرائیں

معلومات کے لیے 20 روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر اس تربیتی کورس کا بروشر مفت حاصل کریں	یا	hikmatbaalgha@yahoo.com پر بروشر کے حصول کے لیے درخواست ای میل کریں

قرآن اکیڈمی

لالہ زار کالونی نمبر 2، ٹوبہ روڈ جھنگ

047-7630861-63

0336-6778561

خَیرُکُم مَن تَعَلَّمَ القُرآنَ وَعَلَّمَه

تم میں سے بہترین لوگ وہ ہیں جو قرآن مجید سیکھیں اور سکھائیں (الحدیث)

رمضان المبارک کی بابرکت راتوں کے
چندلمحات قرآن مجید کے ساتھ

قرآن اکیڈمی جھنگ کے زیراہتمام

تراویح کے بعد

ترجمۃ القرآن

کے 3 پروگرام ان شاءاللہ

1 جامع مسجد عبیداللہ محلہ سلطان والا جھنگ صدر

2 قرآن اکیڈمی لالہ زار کالونی نمبر2، ٹوبہ روڈ جھنگ صدر

3 رہائش گاہ: پروفیسر مہر غلام سرور، شاداب کالونی جھنگ صدر

برائے رابطہ

ملک عبدالمجید کھوکھر: 0333-6729758 انجینئر عبداللہ اسماعیل: 0300-8431317 حاجی محمد منظور انور: 0333-6502442

قرآن اکیڈمی جھنگ

لالہ زار کالونی نمبر 2 ٹوبہ روڈ جھنگ صدر
فون: 047-7630861-7630863
0336-6778561